# رسالۂ والدیہ

خواجہ عبید اللہ احرارؒ

فارسی نثر سے منظوم ترکی ترجمہ

ظہیر الدین محمد بابر

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

www.maktabah.org

www.maktabah.org

بشکریہ: وقائع بابر...... مرتبہ: ڈاکٹر حسن بیگ

www.maktabah.org

# رسالۂ والدیہ

خواجہ عبید اللہ احرارؒ

فارسی نثر سے منظوم ترکی ترجمہ

ظہیر الدین محمد بابر

ترکی سے اردو ترجمہ

ڈاکٹر محمد عبدالسلام

تصحیح و اضافہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد صابر

تنقیح و ترتیب

ڈاکٹر انصار زاہد خان

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

www.maktabah.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب: رسالۂ والدیہ
تحریر: خواجہ عبید اللہ احرارؒ
منظوم ترکی ترجمہ: ظہیر الدین محمد بابر
ناشر: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
مطبوعات نمبر: 88
طابع: قلمکار پرنٹرز، کراچی، پاکستان
اشاعتِ اوّل: جنوری 2012ء
قیمت: (پاکستان میں) 350 روپے
قیمت: (بیرون ملک) 30 امریکی ڈالر

## اظہارِ تشکر

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں، صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان وصدر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ کی بے حد ممنون ہے۔

جنرل سیکریٹری
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

## کتاب حاصل کرنے کے پتے

1۔ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمہ، مدینۃ الحکمہ، کراچی،
فون: 36440184 ای میل: phs@hamdard.edu.pk
2۔ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد کراچی،
فون: 36616001-4 فیکس: (92-21)36611755
3۔ ویلکم بک پورٹ، اردو بازار کراچی
4۔ عباسیہ کتب خانہ، جونا مارکیٹ کراچی

اس کتاب کے سرورق پر دی گئی قلمی تصویر مغل پادشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی ہے۔ چوکھٹے میں رسالۂ والدیہ از دیوانِ بابر (شائع شدہ، جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال 1910ء) کے ابتدائی صفحات کا عکس دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ بابر کی اپنی تحریر کا عکس بھی اشعار کی شکل میں شامل کیا گیا ہے۔

www.maktabah.org

# فہرس





www.maktabah.org

ظہیرالدین محمد بابر کی تحریر کا عکس



www.maktabah.org

# پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شہید حکیم محمد سعید کا آغاز کردہ ایک اہم تاریخی وادبی کام پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیرِاہتمام اختتام کو پہنچا، جس کے نتیجے میں، خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے رسالۂ والدیہ (فارسی) کا، ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ کے ہاتھوں، منظوم ترکی ترجمہ، غیر منظوم اردو تراجم کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ یہ ترجمہ بابر بادشاہ کے مذہبی عقائد کے ساتھ ساتھ، خواجہ عبید اللہ احرارؒ نقشبندی سے بابر کے گہرے تعلق کا اظہار بھی ہے۔ بیشتر تیموری شہزادے اور حکمراں، خواجہ احرارؒ کے معتقد تھے۔

خواجہ عبید اللہ احرارؒ نے اپنے والد کی فرمائش پر، اپنے مریدوں کی تربیت کی غرض سے، فارسی زبان میں یہ رسالہ تحریر کیا تھا۔

محترم ڈاکٹر عبدالسلام، محترم ڈاکٹر محمد صابر اور محترم ڈاکٹر انصار زاہد خان صاحبان کے پُرمغز مقالات نے اس کتاب کی وقعت میں بیش قدر اضافہ کر دیا ہے۔

رسالۂ والدیہ کے ترجمہ کی برکت سے، بابر نے آگرہ میں (1528ء) اپنے مرض سے صحت یابی حاصل کی اور دعا کی کہ قارئین اسے پڑھ کر معرفتِ الٰہی حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس نامور حکمراں کی یہ دعا قبول فرمائے۔ آمین۔

سعدیہ راشد

صدر

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی



www.maktabah.org

# رُودادِ اشاعت

رسالۂ والدیہ کے منظوم ترکی متن وترجمہ کے کام کی ابتدا مرحوم ڈاکٹر عبدالسلام نے کی۔ وہ عالمی ادارۂ صحت (ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن) میں ملازم تھے اور ریٹائر ہوکر سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا میں مقیم ہو گئے تھے۔ اس طرح وہ تقریباً 36 برس پاکستان سے باہر رہے۔ محترم شہید حکیم محمد سعید سے ان کی ملاقات دبئی میں ہوئی۔ وہ محترم حکیم صاحب سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے 1995ء میں رسالۂ والدیہ کے منظوم ترجمہ کا ترکی متن، اس کے ترجمہ اور تعارف کے ساتھ، محترم شہید حکیم محمد سعید صاحب کی خدمت میں ارسال کیا کہ جس طرح چاہیں اسے شائع کر دیں۔ وہ 19ویں پاکستان ہسٹری کانفرنس منعقدہ 2001ء میں بھی شریک ہونا چاہتے تھے۔ اس غرض سے انہوں نے The Poetry of Babur as a Mirror of Events* کے عنوان سے ایک مقالہ ہمیں ارسال بھی کیا تھا، لیکن وہ اپنی اہلیہ کی علالت کے باعث کانفرنس میں نہ آ سکے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے ورثاء نے ہمارے خطوط کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ڈاکٹر صاحب بابر کی شاعری اور اس کے ترکی دیوان پر جو کام کر رہے تھے، ان کی وفات کے باعث غالباً وہ ادھورا رہ گیا۔

* پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے اس مقالہ کو اپنے سہ ماہی تحقیقی جرنل 'ہسٹاریکس' کے 2004ء کے شمارہ نمبر 4 میں شائع کر دیا تھا۔



www.maktabah.org

محترم شہید حکیم محمد سعید صاحب نے رسالۂ والدیہ کے منظوم ترکی متن و ترجمہ کا کام پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے سپرد کیا۔ اس طرح ان کی بابرکت ذات سے ایک اچھے کام کی ابتدا ہوئی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

محترم شہید حکیم محمد سعید صاحب کو 1998ء میں شہید کر دیا گیا۔ ان کی شہادت سے جہاں ہمدرد کے تمام ادارے متاثر ہوئے وہیں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کا متاثر ہونا بھی فطری امر تھا۔ حکیم صاحب پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر تھے اور وہ سوسائٹی کی سرگرمیوں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

محترم شہید حکیم محمد سعید صاحب کی شہادت کے بعد ان کی باہمت اور اولوالعزم صاحب زادی محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ نے زمامِ کار اپنے ہاتھوں میں لی۔ ان کی شب و روز کی محنت کے نتیجے میں ہمدرد کے تمام ادارے معمول کے مطابق کام کرنے لگے۔ محترمہ سعدیہ راشد صاحبہ کو پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان کے مینجنگ ڈائرکٹر، ڈاکٹر نوید الظفر، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے خزانچی منتخب ہوئے۔ ان دو شخصیات کی ذاتی دلچسپی کے نتیجے میں پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نے اپنی علمی سرگرمیاں دوبارہ شروع کیں۔

رسالۂ والدیہ کی اشاعت میں سب سے دشوار مرحلہ چغتائی ترکی زبان کو پوری صحت کے ساتھ نقل کرنے کا تھا۔ اس سلسلے میں شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی کے سابق صدر نشیں، محترم ڈاکٹر محمد صابر سے رجوع کیا گیا۔ ڈاکٹر صابر پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے تاحیات رکن تھے اور ترکی زبان کے ماہر



www.maktabah.org

تھے۔ انہوں نے ازبکستان اور ترکی سے رسالۂ والدیہ کے قلمی نسخوں کی نقول حاصل کیں۔ ان میں ایک نسخہ روسی زبان میں تھا۔ ڈاکٹر صابر نے ڈاکٹر اکمل ایوبی کے شائع شدہ نسخے کو بھی پیشِ نظر رکھا۔ ڈاکٹر صابر کے قلم سے تصحیح شدہ نسخۂ رسالۂ والدیہ اور اس پر ان کا تبصرہ 30 نومبر 2006ء کو ہمیں موصول ہوگیا۔ بعد میں پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی کے ڈائرکٹر، ڈاکٹر سید جعفر احمد کے توسط سے رسالۂ والدیہ کے انگریزی ترجمہ کی نقل بھی ہمیں حاصل ہوگئی۔ یہ ترجمہ پروفیسر بودرولی جیتی نے کیا تھا۔ اس نسخہ سے رسالۂ والدیہ کے متن کے تقابل اور تصحیح میں ہمیں بہت آسانی ہوئی کیونکہ انگریزی نسخہ میں ترکی اشعار کو رومن حروف میں بھی درج کیا گیا ہے۔ اس طرح ان کے تلفظ اور الفاظ کی بناوٹ کی شناخت بسہولت ممکن ہوگئی۔

اس مرحلہ پر یہ تجویز بھی آئی کہ خود رسالۂ والدیہ مؤلفہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کا ترجمہ فارسی زبان سے اردو میں کروایا جائے۔ خوش قسمتی سے ہمیں محترم مختار احمد کاشف صاحب کا تعاون حاصل ہوگیا۔ محترم کاشف صاحب عربی اور اسلامیات کی اعلیٰ اسناد کے حامل تھے اور فارسی زبان پر عبور رکھتے تھے۔ وہ ان دنوں جامعہ کراچی کے شعبۂ عربی سے پی ایچ ڈی کر رہے تھے۔ انہوں نے رسالۂ والدیہ کو فارسی زبان سے اردو میں بہت خوب صورتی کے ساتھ منتقل کر دیا۔ یہ کام مکمل کرنے کے کچھ عرصے بعد مشیتِ ایزدی سے کاشف صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اللہ ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ان تمام حضرات، خصوصاً ڈاکٹر عبدالسلام اور ڈاکٹر محمد صابر کی خدمات اور تعاون کا اعتراف کرتی ہے اور مرحومین کے لیے دعاگو ہے۔



www.maktabah.org

اب رسالے کی کمپوزنگ کا مرحلہ درپیش تھا۔ پاکستان میں فارسی کمپوزنگ ہی صحت کے ساتھ کروانا ایک دشوار عمل ہے، اور ترکی زبان کی کمپوزنگ تو زیادہ دشوار گزار عمل تھا۔ بہرحال ایک کمپوزر صاحب کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ انہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کے متن، ترجمہ اور تعارف کی کمپوزنگ کردی۔ اس ہی پر ڈاکٹر صابر صاحب نے کام کیا، لیکن اغلاط کی بھرمار تھی اور ان کی اصلاح کے بغیر آگے بڑھنا ممکن نہ تھا۔ اب یہ کام ہمدرد کے سہ ماہی تحقیقی جرنل 'ہمدرد اسلامیکس' کے ریسرچ اسکالر محترم کلیم چغتائی صاحب کے سپرد کیا گیا۔ کلیم چغتائی صاحب سینئر صحافی اور مصنف ہیں۔ انہوں نے اس نے قبل 'سیدہ مطاہرہ زیدی کی ڈائری' کی تیاری کے سلسلے میں بھی بڑی محنت کی تھی۔ 'رسالۂ والدیہ' کے سلسلے میں بھی انہوں نے بہت محنت، لگن اور جانفشانی سے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ کلیم چغتائی صاحب نے کتاب کے متن، زبان و بیان اور اس کی ہیئت کے سلسلے میں بہت مفید مشورے دیے۔ ہم سب ان کی محنت کا اعتراف کرتے ہیں۔ کتاب کا سرورق محترم ڈاکٹر صابر علی ہاشمی صاحب نے بہت توجہ اور محبت سے تیار کیا۔ ہم ان کے بھی نہایت ممنون ہیں۔ ہم ڈاکٹر حسن بیگ صاحب کے بھی بے حد شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب ''وقائع بابری'' میں شائع شدہ نقشہ جات کی، ''رسالۂ والدیہ'' میں اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

**ڈاکٹر انصار زاہد خان**

جنرل سیکریٹری

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی



www.maktabah.org

# مقدمہ

رسالۂ والدیہ کو فارسی نثر میں خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرارؒ نے اپنے والد خواجہ محمود شاشی کے کہنے پر طالبانِ راہ حق کی ہدایت کے لیے تالیف کیا تھا۔ اس لیے یہ 'والدیہ' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ بابر اور تمام تیموری خانوادہ کو خواجہ احرارؒ سے گہری عقیدت تھی۔

935ھ (1528ء) میں آگرہ کے قیام کے دوران بابر کو بخار آنے لگا (غالباً ملیریا) تو اس نے رسالۂ والدیہ کا ترجمہ ترکی میں اس امید پر کیا کہ اسے شفا ہو جائے جیسے کہ ساتویں صدی ہجری میں بوصیری کو قصیدہ بردہ[1] لکھنے پر شفا ہوئی تھی۔ بابر کی کوشش کامیاب ہوئی اور اس کی صحت بحال ہوگئی۔

رسالۂ والدیہ کا اصل فارسی متن پہلے کہیں نہیں ملتا تھا اور بابر کے ترجمہ سے ہی اس کا وجود اور مندرجات معلوم ہوئے تھے۔[2]

ذیل کے مقالے میں منظوم ترجمہ کا ترکی متن اور نثر میں اردو مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ نیز اس کے پس منظر کے طور پر مؤلف کے حالات ترجمہ کی خصوصیات اور اس پر تحقیقی کام بھی مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

## رسالہ کے مؤلف

خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرارؒ نویں صدی ہجری کے نقشبندیہ مشائخ کبار میں سے تھے۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں نہ صرف وسط ایشیا کے عام خلائق (ترک، تاجیک، مغل اور ازبک قبائل) شامل تھے بلکہ اس وقت کے



www.maktabah.org

تیموری سلاطین اور اکثر امرا اور علماً بھی آپ کے معتقدین میں سے تھے۔
بابر کے دادا سلطان ابوسعید مرزا (متوفی 873ھ / 1469ء) اور ان کے صاحبزادہ سلطان احمد مرزا (متوفی 899ھ / 1494ء) تو امورِ سلطنت میں بھی آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ بابر کے والد عمر شیخ مرزا بھی خواجہ احرارؒ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ بابر نے یہ عقیدت ورثہ میں پائی تھی، اگرچہ اس نے آپؒ کی زیارت نہیں کی (خواجہ کے انتقال کے وقت بابر کی عمر سات سال تھی) کہا جاتا ہے کہ آپؒ بابر کی پیدائش کے وقت فرغانہ آئے تھے اور نومولود کا نام رکھنے کی رسم میں شریک تھے۔[3]

خواجہ احرارؒ رمضان 806ھ (1404ء) میں ولایت تاشقند کے قصبہ باغستان میں ایک سید گھرانہ میں پیدا ہوئے جس کے اکثر افراد عالم، متقی اور سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ تھے۔ آپ کے اجداد بغداد سے آ کر باغستان میں بس گئے تھے۔[4] آپ کے والد خواجہ محمود شاشی علوم دین اور نقشبندی اخلاقی اعمال اور عقائد سے اچھی طرح واقف تھے۔ خواجہ احرارؒ ابھی بچّے ہی تھے کہ امیر تیمور وفات پا گئے اور ماوراء النہر میں عارضی طور پر کھلبلی سی مچ گئی۔ اس وقت خواجہ کا خاندان باغستان سے نقل مکان کر کے ہرات آ گیا۔ یہاں آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے اور پھر ایک مقامی مکتب میں پائی۔ بائیس (22) سال کی عمر میں مزید تعلیم کے لیے آپ سمرقند آ گئے جو اس وقت مشہور علمی اور عمرانی مرکز تھا۔ وہاں مولانا قطب الدین صدر کے مدرسہ میں آپ نے علومِ متداولہ حاصل کیے اور وہیں کئی علماً اور مشائخ کبار مثلاً سید قاسم تبریزیؒ، مولانا نظام الدین خاموشؒ، خواجہ بہاء الدینؒ اور مولانا سعد الدین کاشغریؒ سے فیضان صحبت حاصل کیا۔ دو سال بعد سمرقند چھوڑ کر



www.maktabah.org

بخارا ہوتے ہوئے ہرات واپس آئے جہاں چار سال تک بزرگانِ دین کی صحبتوں سے مزید مستفید ہوتے رہے۔ پھر بلخ اور شیرغان ہوتے ہوئے چغانیان گئے وہاں مولانا یعقوبِ چرخی[5] کی خدمت میں حاضر رہے۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور رخصت طریقہ حاصل کر کے واپس ہرات آ گئے۔ وہاں مزید ایک سال قیام کر کے اپنے آبائی وطن تاشقند واپس آ گئے اور اپنی زمینوں پر زراعت کرنے لگے۔

زراعت میں خدا تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ تھوڑے ہی عرصے میں آپؒ کی مالی حالت کافی مضبوط ہو گئی۔ اس سے نہ صرف اپنی معاش سے بے فکر ہو گئے بلکہ غربا اور حاجت مندوں کی مدد بھی فراخ دلی سے کرنے لگے۔ سوویت روسی مصنفین نے خواجہؒ پر الزام لگایا ہے کہ انھوں نے اوقاف اور دوسری دولت غلط طریقوں سے حاصل کی تھی۔[6] یہ الزام صریحاً غلط معلوم ہوتا ہے کیوں کہ خواجہؒ کسی سے تحفہ یا نیاز قبول نہ کرتے تھے[7] سادہ زندگی بسر کرتے تھے نیز عامۃ المسلمین اور حاجت مندوں کی مدد دل کھول کر کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے ڈھائی لاکھ دینار اور پھر ستر ہزار دینار بابر کے والد عمر شیخ مرزا کو اس لیے دیے کہ وہ تاشقند کے لوگوں پر ٹیکس کا بوجھ ہلکا کر دیں[8] اسی طرح وہ مغلوں (تیموریوں) کے لگائے ہوئے غیر اسلامی ٹیکسوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے اور کئی جگہ اپنے اثر ورسوخ سے انہیں منسوخ کروانے میں کامیاب رہے۔

855ھ (1451ء) میں جب بابر کے دادا ابو سعید مرزا نے خواجہ احرارؒ کی مدد سے سمرقند پر قبضہ کر لیا تو آپؒ تاشقند سے نقل مکانی کر کے آ گئے۔ سمرقند کے طویل قیام کے دوران لوگ آپؒ سے روحانی علمی (اور مادی) فیض



www.maktabah.org

حاصل کرتے رہے- آپؒ کی کوششوں سے مغل اور ترک قبائل میں اسلام پھیلا اور غیر اسلامی رسوم و رواج میں کمی ہوئی-

آخر 895ھ (1490ء) میں 89 سال کی عمر پا کر آپؒ نے سمرقند میں وفات پائی- اس موقعہ پر مختلف شعراء نے قصیدے لکھے اور تاریخیں کہیں جن میں مولانا جامی [9] اور میر علی شیر نوائی [10] خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں -

## رسالۂ والدیہ اور دیگر تصانیف

جیسے اوپر مذکور ہوا، رسالۂ والدیہ کو خواجہ احرارؒ نے اپنے والد کی فرمائش پر تالیف کیا تھا- مؤلف رشحات [11] علی بن حسین کاشفی نے اس موضوع پر آپؒ کا بیان یوں نقل کیا ہے -

''سبب تالیف این مختصر آن بود کہ والد این
فقیر رزقہ اللہ ولنا العمل بما فیہ بنابر حسن ظنی کہ
ایشاں را بہ ایں فقیر بود امر فرمودند باین کہ
بنایدکہ برائے (طالبان) چیزی نویسی از
سخنان اہل اللہ کہ عمل آں سبب بمقامات علیہ
وحصول علوم حقیقیہ کہ خارج از طور نظر و
استدلال است گردد''

بابر نے بھی سببِ تالیف (اور وجۂ تسمیہ) یہی بتائے ہیں (شعر نمبر 17 اور 18)- رسالہ کے اصل فارسی کا متن شروع میں دستیاب نہیں تھا، صرف بابر کا ترکی ترجمہ ہی دستیاب تھا جس سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے- اس اہمیت پر زور دیتے ہوئے پروفیسر وحید مرزا نے لکھا ہے کہ [12] خواجہ احرار کی کوئی اور تالیف بھی ہمارے پاس نہیں ہے اور تصوف و اخلاق پر آپ کے



www.maktabah.org

خیالات صرف رسالۂ والدیہ کے ترجمہ ہی سے معلوم کیے جاسکتے ہیں- یہ بات صحیح نہیں کیوں کہ روسی محققین نے آپؒ کی چار اور تالیفات کی نشاندہی کی ہے جو یہ ہیں:

(الف) مجموعہ مراسلات -- جس کا قلمی نسخہ خواجہؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا انسٹی ٹیوٹ اوف اورینٹل اسٹڈیز ازبک اکادمی اوف سائنسز' تاشقند میں موجود ہے۔(13)

(ب) مکتوبات -- جس کا ایک نسخہ محولہ بالا انسٹی ٹیوٹ میں ہے اور دوسرا سینٹ پیٹرزبرگ (لینن گراڈ) کے اورینٹل انسٹی ٹیوٹ میں رکھا ہوا ہے -

(ج) رسالہ حوارئیہ جو شاید رباعیات ابوسعید ابوالخیر کی شرح ہے۔(14)

(د) منتخب خطوط - جو مولانا عبداللہ مرواریدی کے ''شرف نامہ'' میں دیے ہوئے انشاء کے نمونوں میں شامل ہیں۔(15)

ان تالیفات میں خواجہ احرارؒ کے خیالات اور تعلیمات رسالۂ والدیہ کی نسبت زیادہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں- نیز مذکورہ بالا کتاب ''رشحات'' میں بھی مؤلف نے آپ کے ملفوظات کثرت سے درج کیے ہیں-

## ترجمہ کرنے کا سبب

بابر نے اس رسالہ کا فارسی سے ترکی میں ترجمہ کیوں کیا، اس کی وجہ اس نے بابر نامہ میں لکھی ہے۔(16) جیسا کہ مضمون کے شروع میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ آگرہ کے قیام کے دوران بابر کو بخار آنے لگا تھا جو غالباً ملیریا تھا۔(17) اس سے کافی کمزوری ہوجاتی تھی اتنی کہ کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے میں دقت ہوتی تھی- واضح رہے کہ اس زمانے میں ملیریا کا کوئی مؤثر علاج نہیں تھا اور



www.maktabah.org

کونین ابھی ہندستان نہیں پہنچی تھی ) بابر کو خیال آیا کہ اس مرض کے علاج کے لیے رسالۂ والدیہ کا منظوم ترجمہ کیا جائے جو اگر خواجہ احرارؒ کی روح کو پسند آجائے تو شاید مرض سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے اسی طرح جیسے بوصیری کو مشہور قصیدہ بردہ لکھنے پر فالج سے صحت ہوگئی تھی چناں چہ اس نے 27 صفر 935ھ کو ترجمہ شروع کیا اور 8 ربیع الاول تک مکمل کرلیا- ترجمہ شروع کرنے سے دو تین دن بعد ہی خدا کی قدرت سے افاقہ ہونا شروع ہوا اور بعد میں مرض بالکل رفع ہوگیا- نیز اس علاج کو پختہ عقیدہ سے شفایابی Faith Therapy کی ایک واضح مثال سمجھنا چاہیے-

## ترجمہ کی خصوصیات

یہ ترجمہ 243 اشعار کی مثنوی کی صورت میں ہے [18] جس کا وزن رمل مسدس مجنون ہے- مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی ''صبحۃ الابرار'' بھی اسی بحر میں ہے-[19] پروفیسر علی اصغر حکمت نے لکھا ہے کہ جامی سے پہلے سوائے امیر خسرو دہلوی کے یہ بحر کسی نے استعمال نہیں کی۔[20]

ترجمہ کی زبان چغتائی ترکی ہے اور بابرنامہ کی زبان کی طرح صاف شستہ اور عام فہم ہے- مضمون کے ساتھ الفاظ کی مناسبت اور بندشوں کی چستی اور محاورہ کی سادگی کی وجہ سے اشعار پڑھنے والے کے دل پر اثر کرتے ہیں اور حق تعالیٰ و رسول اکرم ﷺ کی محبت اور انسان دوستی کے جذبات کو تقویت دیتے ہیں- بعض مغربی ناقدین ( دیکھیے ایکمان 12 ) نے خیال ظاہر کیا ہے کہ بابر کا ترجمہ ایک درسی نظم ہے جس میں کوئی ادبی خوبی نہیں- یہ صحیح ہے کہ اس میں بابر کی غزلیات کی سی عاشقانہ چاشنی نہیں مگر مضمون کی مناسبت سے اور ساری خوبیاں زبان و بیان اسلوب و ادا کے محاسن موجود ہیں-



www.maktabah.org

ایک شعر (نمبر 7) میں تو صنعتِ معکوس بھی دکھائی گئی ہے جو بابر کے زمانہ میں رائج تھی لیکن اب متروک ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک مثنوی جس میں تصوف کے مشکل مسائل کو آسان صاف شستہ اور عام فہم زبان میں بیان کیا گیا ہو اور جو پڑھنے والے کے دل پر اثر کرے، اس میں کون سی ادبی کمی رہ جاتی ہے۔ اگر چہ رسالہ کی ترکی زبان بابر نامہ کی زبان سے ملتی جلتی ہے پھر بھی اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ نسبتاً زیادہ ہیں کیوں کہ یہ دینی اور تصوف کے مسائل کے بیان کے لیے اصطلاحات کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں اور بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

بشریت اور بشر، جذبہ، غیر (یعنی غیر اللہ)، حجاب، حضور، اتصال مراتہ (اس کے ساتھ کہیں کہیں ترکی لفظ کوزگو بھی استعمال ہوا ہے) نورانیت قابلیت، رابطہ، شعور، تعلق، متبعیت، تجلی، وحدت، شہود، ذکر وغیرہ۔ بابر نے یہ اور دوسرے عربی و فارسی الفاظ اس خوبی سے استعمال کیے ہیں کہ یہ ترکی اشعار میں اجنبی نہیں معلوم ہوتے۔ بابر نے چند ایسے لفظ بھی استعمال کیے ہیں جو اس کے زمانے میں چغتائی ترکی میں متروک (یا کم از کم غیر مانوس) ہو چکے تھے ۔مثلاً کون (بمعنی رشتہ دار، شعر ۱۵۵) - یوپقہ (باریک - شعر 121) بوشق (غمگین - شعر 165) - ایتورگان (کھو دینے والا - شعر 166) ایسا استعمال غیر معمولی نہیں کیوں کہ اکثر شعراء (اردو فارسی میں بھی) متروک یا غیر مانوس الفاظ سے شعر کو دلچسپ بناتے ہیں - یہاں یہ ضمناً بتانا نامناسب نہ ہوگا کہ بابر کے زمانے کی وسط ایشیا کی ادبی ترکی زبان کو روسی مصنف اکثر ''پرانی ازبک زبان'' (ستارا ازبیکلی یزیک) کا نام دیتے ہیں حالاں کہ ازبکوں کے اس خطے میں اقتدار سے پہلے تیموری عہد میں یہ زبان کافی ترقی کر چکی تھی - اسی



www.maktabah.org

طرح بعض مغربی مصنف اسے مشرقی وسطی ترکی Eastern Middle Turki کا نام دیتے ہیں- یہاں اس بحث میں پڑنے کا موقع نہیں، لیکن راقم کی رائے میں اس کا نام 'چغتائی ترکی' ہی مناسب ہے- یہی نام ترکی، ایران، برصغیر ہند و پاکستان اور اکثر اسلامی ممالک میں رائج ہے جب تک ترک زبانوں کی تقسیم کا مسئلہ علمی طور پر حل نہیں ہوتا، یہی نام یعنی 'چغتائی ترکی' ہی استعمال کرنا چاہیے-

## رسالہ کے قلمی نسخے

رسالۂ والدیہ بابر کے دیوان کا حصہ ہے جس میں علاوہ ازیں غزلیات، رباعیات، 'معمے' 'فرد' وغیرہ شامل ہیں- دیوان کے چار قلمی نسخے ابھی تک علمی دنیا کو معلوم ہو چکے ہیں :

1- پہلا نسخہ ایک مختصر دیوان کا حصہ ہے جو غالباً بابر کا خودنوشت ہے اور رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے- 1910ء میں سرای ڈینی سن راس (Sir E. Denison Ross) نے اس نسخہ کا فوٹو مع ٹائپ شدہ نقل (لیکن بغیر ترجمہ) کے کلکتہ سے شائع کر دیا تھا۔[21] اگرچہ یہ رسالہ کی سب سے پہلی اشاعت ہے، لیکن اس میں کئی خامیاں ہیں- اول تو مسودہ کے صفحات (غالباً جلد بندی میں) آگے پیچھے ہو گئے ہیں اور انہیں نقل کرتے ہوئے راس کو اس خلط ملط ہونے کا پتا نہیں چلا- استنبول یونیورسٹی کے نسخہ سے موازنہ کر کے پروفیسر بودرولی جیتی نے (نیچے ملاحظہ ہو) اس غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ راس کی شائع کردہ فوٹو پلیٹوں کا تسلسل یوں ہونا چاہیے:

i x-v-vi- viii-vii-iv-x-iii-ii-i -[22] علاوہ ازیں راس نے دو اشعار (نمبر 34 اور 187) جو قلمی مسودہ کے فوٹو میں موجود ہیں، ٹائپ میں



www.maktabah.org

سے چھوڑ دیے ہیں- کہیں کہیں مسودہ کے الفاظ کو غلط پڑھا ہے یا اس کے الفاظ کی تصحیح تجویز کی ہے حالاں کہ مسودہ کے الفاظ ہی صحیح ہیں-

(ب) دوسرا نسخہ ایک بڑے دیوان کا حصہ ہے جو استنبول یونیورسٹی میں (بہ زیر نمبر A3743) محفوظ ہے- پہلے یہ مسودہ نجی ملکیت تھا اور کسی خالد آفندی صاحب کے ذاتی کتب خانہ کا حصہ تھا- پروفیسر کوپرولوزادہ محمد فواد نے اسے وہاں سے لے کر استنبول سے 1331ھ (1915ء) میں شائع کر دیا تھا- شائع شدہ متن راس (Ross) کے متذکرہ بالا متن سے بہت بہتر ہے- تاہم اس میں بھی تھوڑی بہت غلطیاں رہ گئی ہیں-

راقم الحروف نے اسی نسخہ کی بنیاد پر موجودہ مقالہ میں مندرجہ متن تیار کیا ہے۔[23] قلمی نسخہ کے آخر میں کاتب نے عربی میں لکھا ہے کہ اس نے اسے مؤلف (بابر) کے لکھے ہوئے نسخہ شریفہ سے براہ راست نقل کیا ہے-

(ج) تیسرا نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں (بہ زیر نمبر 1230 سپلی منٹ ترک) محفوظ ہے اسے روسی مستشرق سموئیلووچ نے پیٹروگراد (موجودہ سینٹ پیٹرزبرگ) سے 1917ء میں بغیر ترجمہ شائع کیا تھا۔[24]

(د) چوتھا نسخہ جو چند سال پہلے تک نا معلوم تھا، استنبول کی توپ قپو محل کی لائبریری کے رواں حصہ میں (بہ زیر نمبر 741) محفوظ ہے- یہ ابھی شائع نہیں ہوا اور راقم نے بھی نہیں دیکھا-

## رسالۂ والدیہ کا تحقیقی مطالعہ

سر ڈینی سن راس (Ross) اور اے این سموئیلووچ کے شائع کردہ متون کا ذکر اوپر آچکا ہے - ان کے علاوہ رسالہ کا ذکر قلمی نسخوں کی فہرستوں (کیٹلاگ) اور مختصر طور پر چغتائی ادب پر تبصروں میں ملتا ہے- ان حوالہ جات



www.maktabah.org

کے علاوہ دو اور مطالعوں کا پتا چلتا ہے۔

ڈاکٹر این اکمل ایوبی نے 1968ء میں رامپور اور استنبول یونیورسٹی کے نسخوں کا بغور مطالعہ کر کے صحیح شدہ متن تیار کیا اور ٹائپ کر کے بغیر ترجمہ کے علی گڑھ سے شائع کیا اس کے ساتھ ان کا اپنا دیباچہ اور خواجہ احرارؒ اور بابر کے حالات پر پروفیسر وحید مرزا کا ایک مضمون شامل ہے۔ یہ دونوں انگریزی میں ہیں اور مفید معلومات کے حامل ہیں۔

ڈاکٹر ایوبی کا متن راس(Ross) کے شائع کردہ متن سے بہت بہتر ہے پھر بھی اس میں بعض الفاظ کے پڑھنے پر اختلاف ہے ، جسے تصحیح نہیں مانا جاسکتا مثلاً شعر نمبر 11 میں 'کاہنی' کو 'کاہل' پڑھا ہے اور 'اوزون اوزاق' کو 'اوزدین اوزاق'(25) اور عربی لفظ 'الہ' کو کئی جگہ 'آلہ' لکھا ہے۔ حتیٰ کہ کلمۂ طیبہ میں بھی 'لا آلہ' ہی لکھا ہے (اشعار نمبر 28-63 اور 145) شعر نمبر 64 میں 'ینگا' کو 'سنگا' اور 'شکری' کو 'تینکری' لکھا ہے۔ شعر نمبر 140 میں اولدم کو اولدوم لکھا ہے' وغیرہم۔

ڈاکٹر ایوبی نے املا بھی پرانی اختیار کی ہے جس میں ترکی اور فارسی لکھنے میں بھی صرف عربی حروف مستعمل تھے مثلاً فارسی حروف رائج تلفظ کے مطابق پ۔ چ۔گ وغیرہ پڑھے تو جاتے تھے مگر لکھنے میں ب ج ک ہی آتے تھے۔ مغربی اور روسی مستشرقین چغتائی زبان کو تلفظ کے مطابق ہی بین الاقوامی (رومن) خط یا روسی حروف میں لکھتے ہیں۔ راس(Ross) نے بھی عربی رسم الخط میں فارسی حروف کا استعمال کیا تھا۔ باوجود مندرجہ بالا چند معمولی کمزوریوں کے باوجود ڈاکٹر ایوبی کی کوشش قابلِ تعریف ہے اور ان کا تیار کردہ متن نہایت مفید ہے اور ساتھ ہی ساتھ ٹائپ کی چھپائی بھی صاف اور چھاپہ خانہ کی غلطیوں سے مبرّا ہے۔



www.maktabah.org

رسالۂ والدیہ پر مفصل اور محققانہ مقالہ لوس انجلیس کے پروفیسر اے جے ای بودرولی جیتی نے 1984ء میں برلن سے شائع کیا(26) انھوں نے متن کو صحیح کر کے بین الاقوامی (رومن) لسانی املا میں لکھا اور اس کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی شامل کیا- اسی طرح بابر کے ترجمہ کی تاریخ، مضمون کا خلاصہ اور اس کا لسانی مطالعہ بھی شامل کیا- غرض یہ مقالہ ہر طرح مکمل اور اس موضوع پر علمی تحقیق پر مشتمل ہے-

باوجود ان خوبیوں کے، اس مقالہ میں چند ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جن سے اتفاق کرنا مشکل ہے- مثلاً پروفیسر موصوف نے رسالہ کے نفس مضمون کو پوری طرح سمجھا نہیں اور اس پر اپنی طرف سے یہ سرخی لگا دی ہے کہ ''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کیسے کی جائے'' (How to Emulate the Prophet Muhammad (P.B.U.H.) گویا رسالہ کا مرکزی مضمون اتباعِ رسول ہے- اس میں شک نہیں کہ رسالہ کے شروع میں اور جگہ جگہ اتباعِ سنتِ رسول ﷺ اور پابندیِ شریعت پر زور دیا گیا ہے کیوں کہ اسلامی تصوف اور خصوصاً نقشبندیہ مسلک کا یہ بنیادی اصول ہے کہ شریعت اور سنت کے بغیر طریقت ناممکن ہے اور ان کے بغیر روحانی ترقی اور عرفانِ حقیقت حاصل نہیں ہوسکتا- رسالہ میں صوفیہ کے عقائد، اخلاق اور اشغال کا ذکر ہے اور شریعت و سنت انہی امور کا حصہ ہے- اسی طرح پروفیسر موصوف نے لکھا ہے کہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی اتباع رسول اللہ ﷺ کی تعلیم قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت پر مبنی ہے :

**وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَ الِانْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ**

**(الذاریات: 56)**



www.maktabah.org

اس سے اتفاق کرنا بھی مشکل ہے کیوں کہ قرآن مجید میں کئی اور آیات ہیں جن میں رسول کریم ﷺ کی اطاعت اور پیروی کی زیادہ واضح ہدایت کی گئی ہے- مندرجہ بالا آیت صوفی حضرات اکثر اپنے مسلک کی حمایت میں پیش کرتے ہیں کیوں کہ وہ لفظ ''عبادت'' میں اس باطنی کوشش کو بھی شامل سمجھتے ہیں جو عرفانِ حقیقت اور عشقِ الٰہی کے حصول میں کی جاتی ہے-

خواجہ احرارؒ نے بھی اسی لیے اس آیت سے رسالہ کا مضمون شروع کیا ہے اور یہی مقصد بابر کے اشعار (شعر نمبر 29 اور مابعد) سے ظاہر ہے-

پروفیسر موصوف کی ایک اور بات ان کے اسلام کے وسیع مطالعہ کے پیش نظر عجیب معلوم ہوتی ہے- لکھتے ہیں کہ مؤلف رسالہ کا خیال ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی سے پختہ یقین رکھنے والے کو بلند سے بلند تر درجات حاصل ہو جاتے ہیں حتی کہ وہ درجہ بھی جو خود رسول اکرم ﷺ کو دیا گیا تھا (نعوذ باللہ)- اسی طرح پاورقی نوٹ نمبر 160 میں جو شعر نمبر 84 کے تحت ہے، آپ لکھتے ہیں کہ (مرید) بیعت کے ذریعے رسول کا رتبہ اور درجہ پالیتا ہے- (نعوذ باللہ)

"Through emulation he reaches the state and rank of the Prophet" دس سال بعد شائع شدہ ایک اور مقالہ میں بھی پروفیسر بودرولی جیتی اسی بیان کو دہراتے ہیں اور دونوں مقالوں میں ایک اور ترکی شاعر اسلام کی تصنیف ''معین المرید'' سے ذیل کا شعر اپنے خیال کی تصدیق میں لکھتے ہیں:

حبیب امتیغہ حبیب لوک روا

روا بولسا معراج روا ہم بو حال

(ترجمہ) امتِ حبیب (خدا) میں حبیبیت روا ہے (یعنی امتی بھی حُبِ



www.maktabah.org

الٰہی حاصل کر سکتے ہیں) اگر معراج ادا ہو سکتی ہے تو یہ حال (یعنی حُبِ الٰہی) بھی روا (ممکن) ہو سکتا ہے۔(27) میرے خیال میں جو نتیجہ پروفیسر صاحب نے اس شعر سے اور رسالۂ والدیہ کے شعر نمبر 84 سے نکالا ہے صحیح نہیں ہے۔ صوفی یا کوئی اور شخص ظاہری اور باطنی کوششوں سے عارف سالک یا ولی کا درجہ تو حاصل کر سکتا ہے مگر رسالت تو خدا تعالیٰ کی دین ہے اور نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد ہمیشہ کے لیے ختم ہے۔

پروفیسر موصوف نے اپنے مقالے کے صفحہ 4 اور 5 پر یہ بھی لکھا ہے کہ خواجہ احرارؒ کی تعلیم میں روحانی مجاہدوں سے قربِ الٰہی حاصل کرتے ہوئے دنیاوی اشغال کو ترک نہیں کرنا پڑتا اور یہ ایک طرح compromise ہے جو بادشاہوں، شاہزادوں، عُمالِ سلطنت اور بڑے بڑے تاجروں کو راس آتا تھا اور وہ اسی لیے نقشبندی صوفیہ کی سرپرستی کرتے تھے۔ یہ خیال صحیح نہیں کیوں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں اور تصوف اسلام میں ترکِ دنیا شامل نہیں (28) بلکہ مختلف طریقوں کے شیوخ کبار بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قربِ الٰہی کی باطنی کوششوں کے ساتھ ساتھ دنیوی فرائض کی ادائیگی نہایت ضروری ہے نیز اتباعِ سنت رسول ﷺ کا بھی یہی تقاضا ہے۔ خواجہ بہاء الدین نقشبندی نے اس سلسلے میں قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

**رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ**

**(سورۂ نور:37)**

مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی کتاب تصوف اسلام (29) میں نو عدد اہم ترین کتابوں کی تلخیص کی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "اکابر صوفیہ کے نزدیک تصوف کا مفہوم اس قدر تھا کہ اتباعِ کتاب و سنت میں انتہائی سعی کی



www.maktabah.org

جائے، اسوۂ رسول ؐ وصحابہؓ کو دلیلِ راہ رکھا جائے' اوامر ونہی کی تعمیل کی جائے' اطاعات اور عبادات کو مقصودِ حیات سمجھا جائے' قلب کو محبت اور تعلق ما سوا سے الگ کیا جائے۔ نفس کو خشیتِ الٰہی سے مغلوب کیا جائے اور صفائے معاملات و تزکیۂ باطن میں جدوجہد کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے پائے'' (رسالۂ والدیہ میں بھی یہی باتیں بیان کی گئی ہیں) ۔

لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام اور تصوف میں بہت سے غیر اسلامی اثرات راہ پا گئے ہیں اور ایسے فرقے پیدا ہو گئے ہیں جو پابندیِ شرع اور ادائے فرائض کو ضروری نہیں سمجھتے لیکن یہ سب کچھ وہ اسلامی تصوف نہیں جس کی تعلیم خواجہ احرارؒ اور دوسرے خواجگانِ نقشبندیہ دیتے تھے ۔

پروفیسر بودرولی جیتی نے رسالہ کا انگریزی ترجمہ بڑی کاوش سے کیا ہے اور چغتائی زبان سے اچھی واقفیت کی وجہ سے بابر کا مطلب واضح کرنے میں کافی کامیاب رہے ہیں، لیکن کہیں کہیں لغزش بھی کھائی ہے۔ مثلاً شعر نمبر 14 کے مصرع ثانی ''ایشیتَ اول سترِ خدا آ گاہ دِین'' کو ''ایشیت اول سرّ خدا آ گاہ دَین'' پڑھ کر غلط ترجمہ کر گئے ہیں اور یہ بات بھی نظر انداز کر گئے ہیں کہ پہلے مصرع کے آخری لفظ دَین کا دِین سے قافیہ بھی مختلف ہے۔

شعر نمبر 32 میں مرشد کی پیروی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اسے روڈ گائیڈ (Road Guide) یعنی سڑک کا راستہ دکھانے والا سے تشبیہ دی ہے حالاں کہ اس شعر میں قائدِ راہ سے مراد روحانی راہ نما تھی نہ کہ سڑک کا راستہ دکھانے والا، جس سے تقابل عجیب معلوم ہوتا ہے۔

شعر نمبر 43 میں لفظ میّسر کا ترجمہ Effective کیا ہے۔ غالباً رومن رسم الخط میں لکھے ہوئے اس لفظ کو، میسر کی جگہ مؤثر پڑھ لیا ہوگا۔



www.maktabah.org

شعر نمبر 241 کے مصرع ثانی "اختتامی گہ تیتیشتی بو کلام" کے آخری لفظ کو متن میں صحیح طور پر کلام ہی لکھا ہے مگر ترجمہ کرتے وقت اسے کسی وجہ سے قلم پڑھ لیا اور ترجمہ یوں کیا : That this pen has now reached the end (of this book) ظاہر ہے کہ مصرع میں لفظ کلام ہی صحیح ہے جو یہاں اختتام کو پہنچتا ہے- باوجود مندرجہ بالا اختلافات کے، حقیقت یہ ہے کہ پروفیسر بودرولی جیتی کا رسالۂ والدیہ کا مطالعہ اب تک اس پر بہترین تحقیقی کام ہے اور رسالہ کو سمجھنے کے لیے نہایت مفید راہ نما ہے-

## رسالۂ والدیہ کے فوائد

رسالہ میں طالب حق اور مرید کی ہدایت کے لیے وہ تمام عناصر موجود ہیں جو طریقت میں ترقی کے لیے درکار ہیں- وسط ایشیا کے عوام میں خواجہ احرارؒ کے معتقدین کی کثیر تعداد موجود تھی، لیکن یہ معلوم نہیں کہ رسالہ فارسی یا ترکی میں کس قدر طالبانِ حق کے مطالعہ میں مستعمل تھا- بابر نے منظوم ترجمہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے (شعر 24) کہ طلبا کے لیے نظم یاد کرنا نثر کی نسبت آسان ہوگا- اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر بودرولی جیتی نے لکھا ہے کہ استنبول کے قلمی نسخہ پر کوئی حاشیہ یا اور نشان نہیں جس سے ظاہر ہو کہ یہ کسی مکتب میں درسی کتاب کے طور پر استعمال ہوا ہو- یاد رہے کہ تصوف مکتبوں میں نہیں سکھایا جا سکتا اور نہ ہی صرف کتابوں سے حاصل کیا جا سکتا ہے- یہ تو صرف مرشدِ کامل کی راہنمائی میں ان باطنی اور ظاہری کوششوں سے حاصل ہو سکتا ہے جو رسالہ میں بیان کی گئی ہیں- اس سلسلے میں رسالہ مختصر مگر مکمل ہے اور یقیناً وسط ایشیا کے ترکی بولنے اور پڑھنے والے لوگوں کے لیے مفید رہا ہوگا-

اس موضوع پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے- ہندستان میں ترکی زبان کا



www.maktabah.org

استعمال بہت محدود رہا ہے اور یہاں صوفیائے نے اکثر فارسی اور مقامی زبانوں کو ہی ذریعۂ تعلیم بنایا ہے۔ اس لیے یہاں بابر کے ترجمہ کے استعمال کا کھوج لگانا بے سود ہوگا۔

رسالۂ والدیہ کے ترجمہ کے علاوہ بابر نے سلسلۂ خواجگان (نقشبندیہ) کے ساتھ عقیدت کا اظہار اپنی ایک فارسی رباعی میں بھی کیا ہے جو یہ ہے :

در ہوائے نفس گمرہ عمر ضائع کردہ ایم
پیش اہل اللہ از افعال خود شرمندہ ایم
یک نظر با مخلصان خستہ دل فرما کہ ما
خواجگی را ماندہ ایم و خواجگی را بندہ ایم

## موجودہ متن اور اردو ترجمہ

ذیل میں بابر کی مثنوی کا اردو ترجمہ متن کے ساتھ دیا گیا ہے اس میں مفہوم سمجھانے کی خاطر لفظی ترجمہ نہیں کیا گیا تاہم کہیں کہیں ترکی محاورہ اور بابر کا اسلوبِ بیان اردو میں قائم رکھا گیا ہے تاکہ قاری کو اصل کا تھوڑا سا مزہ آجائے۔ اشعار پر نمبر لگا کر ہر شعر کا ترجمہ الگ الگ دیا گیا ہے۔ اگرچہ کئی جگہ مثنوی کے اشعار میں تسلسل ہے۔ یہ اردو ترجمہ سے بھی ظاہر ہے اور قاری کو ان اشعار کے مطالب کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔

متن کے املا میں تلفظ کا لحاظ رکھتے ہوئے فارسی حروف (پ ج گ وغیرہ) بھی استعمال کیے گئے ہیں۔ تصحیح کرنے میں اصل مسودہ کے علاوہ پروفیسر کوپریلوزادہ فواد ڈاکٹر ایوبی اور پروفیسر بودرولی جیتی کے کام سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جس سے متن کی تیاری میں مفید مدد ملی ہے۔



www.maktabah.org

## اظہار تشکر

راقم حکیم محمد سعید صاحب کی ہمت افزائی کے لیے متشکر ہے جو انھوں نے ازراہِ علم دوستی اس مقالہ کی تکمیل کے لیے ایک حالیہ ملاقات کے دوران فرمائی۔ اس کے بغیر شاید یہ کام اور التوا میں پڑا رہتا۔

مندرجہ ذیل حضرات نے لٹریچر حاصل کرنے میں مدد فرمائی جس کے لیے بہت بہت شکریہ۔ پروفیسر ڈاکٹر نور الحسن خان صاحب (علی گڑھ) نے ڈاکٹر ایوبی کے مضمون کی فوٹو کاپی ارسال فرمائی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد حنیف صاحب (لاہور) نے کتاب رشحات فراہم کی۔

محمد عبد السلام

## حوالہ جات وحواشی

1۔ یہ روایت ہے کہ کعب بن زہیر جو پہلے رسول اللہ ﷺ کی ہجو کرتے تھے بعد میں مسلمان ہو گئے اور ایک قصیدہ آنحضرت ﷺ کی شان میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی اونی رِدا (یا کمبل) انھیں صلہ میں دی جسے بعد میں حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے والی سے تیس ہزار درہم میں خرید لیا اور یہ بنوامیہؓ و بنوعباس کے خلفاء کے خزانہ میں محفوظ رہی۔

شرف الدین محمد ابوعبداللہ بن سعید مصر کے قریہ بوصیر الملک میں بربر قبیلہ الصنحاجی سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ یکم شوال 608ھ / 7 مارچ 1213ء کو بولاص میں پیدا ہوئے پھر بوصیر چلے گئے۔ خطاطی، شاعری کے ماہر اور حدیث کے عالم تھے۔ انتقال اسکندریہ میں اغلباً 696ھ / 1297ء میں ہوا۔ انھوں نے بھی فالج کے مرض سے شفایاب ہونے کے لیے شان رسول پاک ﷺ میں قصیدہ لکھا اور شفایاب ہوئے۔ اسے بھی قصیدہ بردہ کہا جاتا ہے جس میں 162 اشعار ہیں۔ اس کا مطلع یہ ہے:

من تذکرہ جیران بذی سلم
مزجت و متاجری من مقلتہ بدم



www.maktabah.org

اس قصیدہ کے کئی زبانوں میں تراجم شائع ہوئے، اردو ترجمہ مع شرح بھی ملتا ہے-دو اور قصائد مدحِ رسول پاک ﷺ میں ہیں- (انصار)

2- مرحوم ڈاکٹر عبدالسلام کو علم نہیں ہو سکا کہ رسالہٴ والدیہ کا فارسی متن اور خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے خطوط کا مجموعہ ایران میں شائع ہو چکا ہے- (ادارہ)

3. Beveridge, A.S., *Baburnamah* , translated from the original Turki, Tex. pp. 880+Lx: Lahore, Sang-e-Meel Publications, Reprint, 1987

4- فخرالدین علی بن حسین واعظ کاشفی، رشحات، کانپور: منشی نول کشور- 1912ء (بزبان فارسی)- (اس کتاب کا نام تاریخی ہے کیونکہ "رشحات کے" عدد 909 بنتے ہیں جو اس کا ہجری سال تالیف ہے) -

5- مولانا یعقوب چرخی خواجہ بہاء الدین نقشبند کے روحانی جانشین مانے جاتے ہیں - (ادارہ)

6. Chekhovich, O.D. Samarkendskie, dokumentry xv-x-xvi, vv, vladeniyakh HARAJE AHRAR v srednei Aziii-v Afganistane, Moscow, 1947. (بزبان روسی)

7. Rizvi, s.A., A Sixteenth Century Naqshbandia Leadership in India. In Ganproeau, M. (Edit). *Naqshbandia,* pp. 153-165. Istanbul-Paris, Pris. 1990.

8. Ayyubi, N. Akmal - *A versified treatise on mysticism of Zahir-ud Din Muhammad Babur on the Risalei Walidiyye Terjumesi*, pp. 28-50, Aligarh: Muslim University 1968. (Prof. Wahid Mirza's introduction is on pp. 16-28 .

9- مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ خرجرد ضلع جام میں 23 شعبان 817ھ (7 نومبر 1414ء) کو پیدا ہوئے-8 محرم 898ھ (9 نومبر 1492ء) کو وفات پائی، بابر نے انھیں ہرات کے شعراء میں سب سے بلند مقام دیا ہے-میر علی شیر نوائی کے کہنے پر مشہور تذکرہ صوفیہ "نفحات الانس" من حضرات القدس (883-1470-9) میں مکمل کیا - دیکھیے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، لندن: ج اول-اسٹوری، پرشین لٹریچر، ج اول -

10- میر علی شیر نوائی (ف 906ھ /1500ء) ترکی کلاسیکل ادب کے مشہور شعراء میں سے ایک جس کی بابر نے بھی تعریف کی ہے- وہ سلطان حسین بائیقرا سلطان ہرات کا بچپن وطالب علمی کا دوست، بہزاد اور شاہ مظفر جیسے مصوروں کا سرپرست، علم وفن کا شیدائی تھا- اس نے مجرد زندگی گزاری (ترکی میں نوائی، فارسی میں فنائی تخلص)-دیکھیے-بابر نامہ، ج اول، انگلش ترجمہ-کراچی :



www.maktabah.org

ص ص : 254-259۔

11۔فخر الدین علی بن حسین الواعظ الکاشفی الصافی' خواجہ عبید اللہ احرارؒ سے ملنے گیا۔ کثیر التصانیف۔سب سے مشہور' رشحات عین الحیات' 1503ء/ 909ھ میں تحریر کی ( ف 1532ء /939ھ)(ادارہ)

12۔ملاحظہ ہو، وحید مرزا کا انٹروڈکشن، ص ص 16 تا 28۔رسالۂ والدیہ، مرتبہ اکمل ایوبی۔

13. Semeorov, A.A - *Dva avtoqafa khodzli Ahrara* , Epigrafica Vostora, 1951, pp. 51-57.

Zhukovsky, V.A - Tayny edinenya S Bogom v Podv vigakh starts Abu Sayyida, Tolkovaniye nachetveroa - stishiga Abu Sayyida, St. Petersburg, 1899, pp. 189-193.

Rocmer, H.R. - Stactsschriber der Timaridenzeit, Wisbaden, 1952, fols 52a - 55a, pp. 115-117;188-190.

Beveridge,A.A, *The Babar-Nama* (reproduced in facsimile-from a manuscript belonging to Sir Salar Jang of Hyderabad), London : Luzac & Press.

14۔ شیخ ابو سعید فضل اللہ بن ابی الخیر (1050ء/ 440ھ) جو محمود غزنوی کے ہم عصر تھے' جب نیشا پور میں تھے تو کرّامیوں نے شافعی اور اصحاب الرائے کے ساتھ مل کر الزامات لگائے کہ بجائے تفسیر کے اشعار پڑھتے ہیں' بڑی بڑی دعوتیں دیتے ہیں اور شاگرد رقص وسرور میں مصروف رہتے ہیں۔محمود نے معلومات کے لیے علماً مقرر کیے' لیکن معاملہ رفع دفع ہو گیا۔بقول نکلسن یہ پہلے صوفی شیخ تھے جنھوں نے فارسی شاعری اور خصوصاً رباعیات کو صوفی خیالات کے اظہار کا ذریعہ بنایا اور جو فارسی رباعی کی خصوصیت بن گیا۔بایزید بسطامیؒ کے پیروکار کہے جاتے ہیں۔ دیکھیے' انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔ج' اول' ص: 104۔

15۔ خواجہ عبداللہ مروارید سلطان حسین بائیقرا کے دربار سے متعلق تھا' قاضی القضاۃ بھی رہا۔ موسیقار' خوشنویس خصوصاً نستعلیق کا ماہر تھا اور شاعر بھی' آبلہ فرنگ Small Pox یا V.D. سے (1516ء/ 922ھ) فوت ہوا ۔ (انصار)

16۔ ڈاکٹر حسن بیگ نے بابر نامہ کے عبدالرحیم خانخانان کے فارسی ترجمے کا مستند اردو ترجمہ' وقائع بابری' کے نام سے شائع کیا ہے ( کراچی 2007ء) انھوں نے '' بابر کے امراض کا طبی تجزیہ'' کے عنوان سے ضمیمہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ T.B. جیسے موذی مرض میں



www.maktabah.org

مبتلا تھا۔(انصار)

17۔ایضاً۔

18۔ بابر نامہ انگریزی' کراچی ایڈیشن۔ص:426 میں Lines یعنی مصراع لکھے ہیں جو غالباً کمپوزنگ کی غلطی ہے۔ (انصار)

19۔ غالباً اس ہی بنا پر مسز بیورج نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ بابر نے یہ مثنوی لکھنے میں مولانا جامی کی پیروی کی ہے۔(بابر نامہ' حواشی ص:710 )ان کا یہ بھی خیال ہے کہ ابوالفضل وبدایونی نے اسے مبین یعنی واضح یا وضاحت کا نام دیا ہے' ان کا کہنا ہے کہ صحیح نام نفائس المآثر ہے جب کہ اسپرنگر نے فقۂ بابری لکھا ہے' لیکن حاشیہ نمبر ا پر خود مبین کے شعر سے اس کا نام مبین ہی ثابت کیا ہے۔ حالانکہ بابر کی مثنوی مبین ، رسالۂ والدیہ کا منظوم ترجمہ نہیں بلکہ ایک علیٰحدہ تصنیف ہے جس میں زیادہ اشعار ہیں (انصار)

20۔ بابر نامہ، حواشی، ص:۱۰

21. Ross,E.Denison - A collection of poems by Emperor Babar, *Journal and Proceedings of the Asiatic Society of Bengal*, New Series, vol.vi, Extra Number Calcutta,1990

22.*Ibid.*

23۔کوپریلی زادہ محمد فواد۔رسالہ والدیہ ترجمہ ی۔ ملی تتبعلر مجموعہ ی۔ برنجی ج' ص:113 تا 124۔ ۔ استانبول: مطبوعہ عامرہ 1331ھ

24. Somoilovic,A.N.Sobraric, *Stikhotvorcnic imperatora Babura* (Partii,Text),pp:34-90 Petrograd,1917.

25۔ یہ محاورہ دراصل ''اوزون۔دین۔اوزوق'' تھا جسے بابر نے ضرورت شعری سے مختصر کردیا۔ یہی اختصار بعض دوسرے ترکی مصنفین نے بھی کیا ہے۔

26. Bodroligeti, A.J.E, *Babur shahs chagatay version of the Resolai valiaiya : A central Asian Turkic Treatise on How to Emulate the Prophet*, Jahrbucher, vol.56, pp:1-61,1984, Berlin, Interlingua

27. Bodroligeti ,A.J.E.s Yasaur ideology in Muhammad Shaybani Khans vision of anss uzbek, *Islamic Journal of Turkis Studies*, vol.18 .pp;41-57 (see p: 51) 1994.

28. Schimmel , *A Mystical Dimensions of Islam*, pp. 506 Chapel Hill:



www.maktabah.org

:University of North Carolina Press,1975.

29- دریا بادی عبدالماجد' تصوف اسلام (تصوف کی نو اہم کتابوں کا اجمالی مطالعہ)- لاہور: المعارف - 1393ھ

محمد عبدالسلام

جنیوا (سوئٹزرلینڈ)



www.maktabah.org

# 'رسالۂ والدیہ'

## اردو ترجمہ وتعارف

### ڈاکٹر محمد صابر

رسالۂ والدیہ کے منظوم ترکی متن کے ساتھ مرحوم ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے اس کا پہلا بامحاورہ اردو ترجمہ کیا ہے اور اس سے متعلق ایک وضاحتی مضمون بھی سپردِ قلم کیا ہے اور حواشی مزید وضاحت کے لیے دیے ہیں- انھوں نے اس پر سابقہ مصنفین کے کام کا تنقیدی جائزہ بھی لیا ہے-

وحید مرزا صاحب نے بابر کی اس منظوم تصنیف کے ڈاکٹر اکمل ایوبی ایڈیشن پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ رسالۂ والدیہ کے علاوہ خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی اور کوئی تصنیف موجود نہیں ہے- ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے اس کی تردید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ تاشقند انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز میں چار اور کتب بھی ہیں جن میں ایک خواجہ صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی شامل ہے- خواجہ صاحب کی تالیفات کے بارے میں مزید معلومات ازبکستان میں شائع شدہ اکثر مضامین میں بھی مل جاتی ہیں-

محمد عبدالسلام نے مغربی ناقدین اور بالخصوص ترکی میں ہنگری کے پناہ گزیں پروفیسر ڈاکٹر یانوش ایکمان (Eckmann) کے اس خیال کی بھی تردید کی ہے کہ بابر کا ترجمہ ایک درسی نظم کی حیثیت رکھتا ہے جس میں کوئی ادبی



www.maktabah.org

خوبی نہیں پائی جاتی ہے۔

پروفیسر ایکمان کے علاوہ پروفیسر احمد جعفر اوغلو، علی نہاد دتارلان، عبدالقادر قرہ خان (Qara Khan) رحمتی آرات فاخر اِز (Fakhir Iz) ایکمان اور جرمن پروفیسر بینز نگ (Benzing)[1] کا اس ہی پر اتفاق ہے۔ بلکہ سابق وزیر خارجہ محمد فواد کو پرولوزادہ (Koprulu Zadah) بھی ترکی انسائیکلوپیڈیا (رک: اردو ایڈیشن دائرۂ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی) میں بھی یہی کہتے ہیں بلکہ بابر کی مبیّن (Mubayyin) نامی فقہی مثنوی کے بارے میں بھی ان کا یہی نظریہ ہے۔ ان تمام اساتذہ کی آرا کے باوجود میں ڈاکٹر محمد عبدالسلام کی اس رائے سے متفق ہوں کہ بابر کے رسالۂ والدیہ کے منظوم ترجمہ کی ادبی خوبیوں کا سرے سے انکار کرنا درست نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بابر کی رومانی شاعری کی چاشنی نہیں رکھتی کیوں کہ عشقیہ یا رومانی شاعری کی کتاب نہیں ہے بلکہ صوفیانہ پند و نصائح پر مبنی صاف پاکیزہ خیالات پر مبنی کلام ہے جس کی خصوصی اصطلاحات و الفاظ عام لوگ نہیں سمجھتے لہٰذا ہر شخص اس کی قدر نہیں کرسکتا۔

فاضل مترجم کا یہ تجزیہ بھی صحیح ہے کہ حالانکہ اس کی زبان تزکِ بابری سے ملتی جلتی ہے لیکن اس منظوم رسالہ میں تزک کی بہ نسبت عربی و فارسی کے الفاظ زیادہ ملتے ہیں جن کی وجہ صوفیانہ کلام ہے بلکہ اس میں ایسے الفاظ بھی ہیں جن کو سمجھنے و پڑھنے میں نامور محققین سے غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں۔ مشہور جاپانی اسکالر مانواپچی نے بھی یبروح الصّنم (*yabruhussanam*) کو یبروج الصّنم پڑھا ہے۔

ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے چغتائی اور ترکی زبان پر بھی اظہار خیال کیا ہے اور



www.maktabah.org

ان کا خیال ہے کہ بابر کی زبان کو ترکی کہنا ہی زیادہ مناسب ہے اور یہی تعبیر برصغیر جنوبی ایشیا' ایران و افغانستان میں رائج ہے۔ چغتائی کی اصطلاح ترکیات کے ماہرین کے درمیان اختلاف کا سبب بنی ہے۔

اس اصطلاح کا تعلق یوں تو بظاہر چغتائی خان سے ہے جسے اس کے باپ چنگیز خان (ف 1227ء) نے ماوراُالنہر (Transoxiana) (خوارزم کے علاوہ) مشرقی ترکستان (موجودہ چینی ترکستان اور شن جانگ/سن کیانگ) کے علاقے دیے تھے۔ بعد میں جون غاریہ (Jungharya) اویغور(Uyghur) کابل و غزنین بھی اس کے قبضہ میں آ گئے۔ یہ علاقے اولوس چغتائی (Ulus-i Chaghatay) کہلائے۔ اس خانوادے کا مرکز وادی ایل (Ili) میں تھا۔ چغتائی خاں قانون چنگیزی یعنی یسا(Yasa) سے بخوبی واقف تھا اور اسی وجہ سے منگولوں میں اس کا وقار تھا۔ اس کے بڑے بیٹے قرا ہلاگو(Qara Hulagu) (ف: 1265ء) کے دور میں صحیح معنی میں اولوس چغتائی کی بنیاد پڑی' لیکن لفظ چغتائی کا استعمال سلطنت کے نام کے طور پر دُوا خان(Duva Khan) کے دور سے ہوا[2] جب 1363ء میں بارلاس امیر تیمور (Tamerlane) نے اقتدار حاصل کرلیا تو یہ اصطلاح اس کی فوج اور وسط ایشیا میں آباد ترک قبائل کے لیے استعمال ہوتی رہی۔ اس طرح منگول فوج میں شامل ترک و دیگر خانہ بدوش قبائل بھی چغتائی کہلانے لگے تھے۔ اس ہی سلطنت کے مشرقی علاقوں میں سکونت پذیر خانہ بدوشوں کو مغل (Mughul) کا نام بھی دیا گیا۔ تزک بابری میں ہمیں مغل و چغتائی کا تذکرہ ملتا ہے جو اس کے ماموں محمود خان کی فوج میں شامل تھے۔ شرف علی یزدی نے بھی ظفر نامہ میں تیمور بیگ (امیر تیمور-Tamerlane) کے لشکر کو چغتائی



www.maktabah.org

چیریگی(Cherigi:Host) کہا ہے- تیرہویں اور چودھویں صدی کے بازنطینی مآخذ میں بھی مغربی ترکستان (سابقہ روسی ترکستان) سے ترکوں کو چگتائی (Chagatae) اور چغتایوی(Chakhatioi) کہا گیا ہے-عثمانی ترکی مآخذ میں اس لفظ نے ایک نسلی عنصر کی حیثیت حاصل کرلی - یہ اصطلاح اتنی مقبول ہوئی کہ چغتائی خاندان کے خاتمہ کے بعد بھی خانہ بدوش چغتائی قبائل اسے استعمال کرتے رہے حالانکہ تیموری حکومت کے خاتمہ کے بعد یہ اوزبیک خانہ بدوش قبائل میں گھل مل گئے' لیکن چغتائی کی اصطلاح ختم نہیں ہوئی- چغتائی مؤلفین نے تیموری سلطنت میں آباد ترکوں کے لیے چغتائی ایلی(Ili) اور چغتائی اہلی(Ahli : عوام )یا چغتائی خلقی ( عوام:خلق ) کی اصطلاح استعمال کی ہے-

ترکی زبان کے قدیم اساتذہ میں سب سے بڑے شاعرامیرعلی شیرنوائی نقشبندی (بابر کا ہم عصر)[3] نے اپنی کتاب ''میزان الاوزان'' میں تیموری ترکوں کو دیگراتراک سے الگ کرنے کے لیے چغتائی خلقی کی اصطلاح استعمال کی ہے-اس کے ''بقول اشعار کے اوزان نے ترک اولوس (ترکی خلق) کے درمیان بالخاصہ چغتائی خلقی کے درمیان رواج پایا''یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ ابتدا میں یہ اصطلاح خانہ بدوش ترکوں کی زبان تھی اور بعد ازاں چغتائی سلطنت میں چغتائی زبان کہلائی اور پھر چغتائی ترکی کی اصطلاح عام ہوئی اور تیموری سلطنت کے دور میں اس نے ایک ترقی یافتہ زبان کی حیثیت حاصل کرلی' لیکن پندرہویں اور سولھویں صدی کے مؤلفین نے چغتائی اصطلاح کو خیر باد کہہ دیا اور ترک تیلی (Turk Tili) ترک الفاظی' ترکی تیلی (Turki Tili) ترک چہ تیل (Turkche Til) ،ترکی اور ترک چہ (Turk



www.maktabah.org

(Che) پر اکتفا کیا - نوائی نے بھی ایک مقام پر چغتائی لفظی ضرور لکھا ہے، مگر اپنے سارے کلام میں صرف ترکی زبان ہی لکھا ہے- حکمران ابوالغازی بہادر نے ''شجرۂ ترک'' نامی تالیف میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب ترکی تیلی میں تحریر کی ہے اور میں نے چغتائی ترکی یا عربی و فارسی کا ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا ہے- مرزا مہدی خان نے ''لغتِ ترک'' (لغتِ ترکی) اور ''لغتِ چغتائی'' کی اصطلاح استعمال کی ہے، لیکن شیخ سلیمان آفندی نے 1881ء میں سلطان عبدالحمید خان دوم (1842-1918) کے دور میں ''لغت چغتائی و ترکی عثمانی'' نامی لغت لکھی ہے [4] لیکن پوری کتاب میں اس زبان کے لیے لفظ ترکی ہی استعمال کیا ہے اور خود اپنے آپ کو اور اپنی سلطنت کو بھی ترک کہا ہے - اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد عبدالسلام کی اصطلاح بابر کی اصطلاح سے مطابقت رکھتی ہے اور ان کے خیال کی تائید ترکی ادب سے دلچسپی رکھنے والے اسکالروں کو کرنی چاہیے- ترکی زبان کو منگولی خان سے منسوب کرنا بالکل غیر علمی بات ہوگی-[5]

اردو زبان میں لفظ چغتائی مروج ہے، لیکن ترکی زبان میں چغتائی ر چاغاتائی (Chaghatay) مستعمل ہے خود بابر نے اپنے دیوان میں بھی لفظ چغتائی چَ رغَ رتےَ استعمال کیا ہے جو اس کے اس شعر سے بھی ثابت ہوتا ہے:

قوللوق و خدمتینگ اتیماک ییل وآی
نسل جوجی و اروغ چغتای

چغتائی و ترکی زبان کے نام کی یہ بحث ضروری تھی تاکہ مرحوم مترجم نے جو بات کہی ہے اس کا صحیح ادراک ہو سکے اور اتمام حجت ہو جائے-

سابقہ طبع شدہ بابر کے منظوم رسالۂ والدیہ پر بھی ڈاکٹر محمد عبدالسلام نے



www.maktabah.org

ناقدانہ نظر ڈالی ہے - انھوں نے ڈاکٹر اکمل ایوبی کے بعض تسامحات کی نشاندہی بھی کی ہے مثلاً یہ کہ انھوں نے کامل کو کاہل اور اوزون اوزاق کو اوزدین اوزاق لکھا ہے لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ محترم عبدالسلام مرحوم سے بھی یہاں غلطی ہوئی ہے - ایوبی صاحب کی غلطی اپنی جگہ ہے لیکن یہ لفظ اصل میں اوزون راق ہے ترکی میں راق (Raq) ایک لاحقہ ہے جو زیادہ کے معنی دیتا ہے جیسے ہشیار راق (زیادہ ہوشیار) اور اوزاق راق، زیادہ دوا کے معنی رکھتا ہے-

لہٰذا پہلے مصرع میں اسرویراق (Asru Yaraq) یعنی (زیادہ دور) کے ساتھ ساتھ دوسرے مصرع میں اوزون راق (Uzun Raq زیادہ طویل) قواعد کے لحاظ سے صحیح ہے - اس انجمن کوروسی رسم الخط کے نسخے نے حل کرنے میں مدد دی اس میں اوزون راق صاف چھپا ہوا ہے - اسی طرح استانبول والے نسخے میں جہاں کسی لفظ کے آخر میں "ق" آیا ہے کئی جگہ اسے ڈاکٹر عبدالسلام نے "غ" لکھا ہے جو غلط تو نہیں ہے لیکن استانبول والے نسخے میں بھی نہیں جو ان کے متن کی بنیاد ہے - رہ گیا "پ" "چ" "گ" حروف کی بجائے "ب" "ج" اور "ک" کا استعمال تو اس میں اصلاح کی ضرورت تھی - لاطینی رسم الخط میں ترکیہ کے اسکالر "CH " "P" اور گ صاف طور پر لکھ سکتے ہیں-

ڈاکٹر عبدالسلام نے بابر کے دیوان کے چار نسخوں کی نشاندہی کی ہے- رسالۂ والدیہ ان میں شامل ہے-

(الف) رضا لائبریری رام پور (انڈیا) اس کے بارے میں انھوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ 1910ء میں سرڈینی سن راس (Ross) نے رائل


www.maktabah.org

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ٹائپ شدہ نقل (بغیر ترجمہ) شائع کردی تھی - ڈاکٹر عبدالسلام کی یہ بات بھی صحیح ہے کہ اس میں کئی خامیاں ہیں اور صفحات' جلد بندی میں آگے پیچھے ہو گئے ہیں - اسی طرح پروفیسر بودرولی جیتی نے موازنہ کر کے جو رائے قائم کی وہ بھی درست ہے -

ڈاکٹر محمد عبدالسلام صاحب نے یہ نشاندہی بھی کی ہے کہ دیوان میں دو اشعار نمبر (34) اور (187) جو استانبول والے نسخے میں موجود ہیں وہ رامپور والے نسخہ میں پلیٹ 3 a اور پلیٹ 5a میں تو موجود ہیں لیکن ٹائپ شدہ کاپی میں چھوٹ گئے - وہ دونوں اشعار یہ ہیں ؎

قولی و فعلی و حالی دورور اول
سوز بو دور ایش بو دورور یول

(استانبول نسخہ شعر نمبر 34 'رامپور نسخہ پلیٹ 3a)

بیل کہ بو مرتبہ دا اے سائل
ذکر بو لغای صفت ذاتی دل

(استانبول نسخہ شعر نمبر 187 'رامپور نسخہ پلیٹ 5a)

لیکن ڈاکٹر عبدالسلام کا یہ خیال غلط ہے کہ غالباً یہ نسخہ بابر کا خودنوشت ہے -بعض اشعار تو یقیناً بابر نے تحریر کیے ہیں اور کئی جگہ تصحیح بھی کی ہے لیکن بعض غلطیاں املا کی ہیں جو بابر سے سرزد نہیں ہوسکتی تھیں مثلاً سوزومہ کی جگہ سوزمہ لکھنا وغیرہ -

پروفیسر مانوایجی (Mano Eiji) نے اپنے collected works (مطبوعہ 1999ء) میں، رامپور میں موجود ایک اور نسخے کا تذکرہ کیا ہے جس کی ایک کاپی جاپانی پروفیسر مشیتا (Mashita) نے فراہم کی جس کا حوالہ



www.maktabah.org

Siddique W.H., Editor ,Raza Library Journal, No. 3, 1996 ہے۔انہوں نے بتایا ہے کہ یہ Fascimile of Risala ہے اور جرنل کے صفحات 32 اور 33 پر موجود ہے۔ بغیر تصدیق کیے اس پر حتمی بات کہنا تو ممکن نہیں لیکن اگر ایسا نسخہ موجود ہے تو اکمل ایوبی اس کا ضرور تذکرہ کرتے۔

(ب) استانبول کے نسخہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالسلام نے رائے ظاہر کی ہے کہ یہ بڑے دیوان کا حصہ ہے جو پہلے خالد آفندی کی ذاتی ملکیت تھا (ان کا صحیح نام خالص آفندی تھا) وہ لکھتے ہیں کہ فواد کو پرولوزادہ (محمد فواد: استانبول یونیورسٹی کے ترکیات کے پروفیسر اور سابق وزیر خارجہ ترکیہ) نے اسے 1331ھ / 1915ء میں شائع کر دیا تھا - دراصل کو پرولو نے اسے 1912ء میں دریافت کر لیا تھا اور 1913ء (مطابق 1331ھ۔ دراصل کئی اسکالرز نے سنہ لکھنے میں غلطی کی ہے۔ 1331ھ مطابق ہے 1913ء کے) میں ملّی تتبعلز مجموعہ سی'' میں بابر کے کافی اشعار شائع کیے۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہوا کہ میں علی شیر نوائی کی مثنوی ''حیرت الابرار'' پر ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے سلسلے میں مختلف کتب خانوں کا چکر لگا رہا تھا اور چغتائی ترکی یعنی وسط ایشیائی متوسط دور کی تاریخ و ثقافت پر مواد جمع کر رہا تھا تو میں نے بابر کے اشعار کو پڑھا اور پھر اصل دیوان کا مطالعہ کرنا چاہا تو استانبول یونیورسٹی کی لائبریری میں بتایا گیا کہ 1913ء کے بعد سے یہ نسخہ غائب ہے۔ غالباً کسی غلط جگہ رکھ دیا گیا ہے - کیٹلاگ میں اس کا نمبر T-3743 تھا - اتفاقاً مجھے ایک الماری میں یہ نسخہ مل گیا اور کتب خانہ کے مدیر نورالدین بک کے حوالے کیا تو وہ خوشی سے اچھل پڑے، بہرحال میں نے



www.maktabah.org

پورا دیوان مع رسالۂ والدیہ کے نقل کرلیا اور اپنے اساتذہ، علی نہاد تارلان، رشید رحمتی آرات، جعفر اوغلی ایکمان اور پروفیسر ولیدی طوغان کی مدد سے اسے مع ترجمہ کے پڑھتا رہا[6] میں نے اسی زمانہ میں رامپور کا نسخہ بھی حاصل کرلیا تھا (جو بدقسمتی سے استانبول میں ہی رہ گیا) - میں نے دوستوں کو خط لکھے (بشمول ڈاکٹر ایوبی، اوزبک شاعر اویغون (Uyghun)، تاجیک شاعر الوغ زادہ) اور اردو نامہ (کراچی، اکتوبر، دسمبر 1962ء) میں ایک مضمون مع بابر کی تحریر کے عکس کے ساتھ شائع کیا۔ اس طرح یہ گم شدہ نسخہ پھر روشناس ہوا[7]۔ اس نسخہ میں بابر کے اپنے ہاتھ سے لکھے حصوں کے علاوہ اس کی تصحیح بھی موجود ہے اور نسخہ بہت صاف، عمدہ نستعلیق خط میں تحریر ہے - ڈاکٹر اکمل ایوبی، بودرولی جیتی اور محمد عبدالسلام کا متن بھی اس ہی نسخے سے لیا گیا ہے - عبدالسلام مرحوم نے کسی اور نسخے سے بھی مدد لی ہے لیکن اس کی نشاندہی نہیں کی - ہوسکتا ہے انھوں نے امریکن اسکالر بودرولی جیتی کے متن سے بھی استفادہ کیا ہو کیوں کہ وہ اس نسخہ کی بہت تعریف کرتے ہیں - یقیناً انھوں نے یورپ میں طبع شدہ مضامین سے بھی استفادہ کیا ہوگا -

(ج) تیسرا نسخہ پیرس کے قومی کتب خانہ میں محفوظ ہے (No. 1230) جسے روسی مستشرق ساما یلووچ (A. Samöylovich) نے 1917ء میں پیٹروگراڈ (سنیٹ پیٹرزبرگ) سے شائع کیا -[8] یہ مکمل نہیں سمجھا جاتا ہے -

(د) چوتھا نسخہ استانبول کے طوپ قاپو سرائے Topkapi Saray (توپ دروازہ محل) میں ہے جو شائع نہیں ہوا ہے - یہ ایک کیس (Case) میں بند ہے اور بہت ہی نادر نسخہ بتلایا جاتا ہے - جب ریسرچ کے دوران میں نے اس نسخہ کے بارے میں معلوم کیا تو بتایا گیا کہ نسخہ انتہائی بوسیدہ حالت میں ہے اور ورق



www.maktabah.org

کھولتے ہی بکھر جانے کا اندیشہ ہے اس کا نمبر Revan 741 ہے۔
محترم عبدالسلام مرحوم کو دیگر نسخوں کے بارے میں معلومات غالباً نہیں مل سکیں، لیکن میں کچھ اور دیگر نسخہ جات کے بارے میں تذکرہ کروں گا۔

کابل و تہران کے نسخے: استانبول کا نسخہ تو میں خود نقل کرلایا تھا اور اس کی مدد سے غلطیوں کی اصلاح میں بہت مدد ملی ہے۔ محترم ڈاکٹر مرزا احسن بیگ جو بابر نامہ (اردو ترجمہ: وقائع بابری: لندن 2007ء) کے سلسلے میں ہندستان تا وسط ایشیا میں سرگرداں رہے، انھوں نے استانبول اور رامپور کے نسخوں کی فوٹو کاپیاں اور اوزبیک ڈاکٹر انصار الدین ابراہیموف کی کتب اور مضامین مرحمت فرمائے۔ سعید حسن بک کا روسی رسم الخط و حروف پر مبنی رسالۂ والدیہ کا تنقیدی متن جسے ڈاکٹر ابراہیموف نے بھجوایا تھا، ان ہی کی معرفت مجھے ملا۔

کراچی میں مقیم اور ریڈیو پاکستان سے منسلک ترکی یونٹ کے انچارج مرحوم روحی اویغور[9] نے فارسی رسالہ ہلال کراچی (اکتوبر 1964ء، شمارہ 2، ج 12) میں بہ عنوان ''ارمغان ترکستان بہ زبان فارسی'' ایک اہم مضمون میں یہ انکشاف کیا کہ کابل میوزیم میں اور کتب خانہ سلطنتی تہران میں اس کے دو نسخے اور موجود ہیں۔ اس کے بارے میں مزید معلومات نہیں مل سکیں۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل (سابق صدر شعبۂ اردو جامعہ کراچی) نے جاپانی اسکالر مونی ایجی (Moni Eiji) کے ایک اہم مضمون بہ عنوان:
Collected works of Babur at the Saltanati Library in Tehran - Tokyo, 1999 کا تذکرہ کیا ہے۔

ڈاکٹر ذکی ولیدی طوغان (ڈائرکٹر اسلامک ریسرچ سینٹر استانبول، جو میرے استاد بھی تھے) نے اپنے ایک لیکچر کے دوران تہران کے نسخے کا تذکرہ



www.maktabah.org

کیا تھا لیکن یہ نسخہ اس وقت ان کے پاس نہیں تھا، اس لیے میں صرف اس بات سے واقف تھا کہ تہران میں بابر سے متعلق قلمی نسخہ میں بابر نامہ، عروض رسالہ سی' رسالہ ( مثنوی ) مبین (Mubayyin) اور رسالہ ٔ والدیہ موجود ہیں - یہ کتب خانہ کاخ گلستان ایران میں زیرِ نمبر 2936 موجود ہے- ایران میں امام خمینی کے انقلاب کے بعد اس کا نمبر 2249 ہو گیا - رسالہ ٔ والدیہ ( ص ص : 1013 تا 1036 ) بہت اچھی حالت میں ہے - ایران کے ترکمان شاہ ناصرالدین قاچار (Qachar) کو یہی نسخہ پیش کیا گیا تھا -[10] ڈاکٹر مانو ایجی (Mano Eiji) نے رسالہ ٔ والدیہ کے قلمی نسخوں کے بارے میں فرمایا ہے:

"Additionally I have been able to (be informed) of the existance of several manuscripts of the original Validiya of Khvaja Ahrar in Istanbul. However the Sulleymaniye Library in Istanbul has several manuscripts of the Validiya"

ترجمہ'': مزید یہ کہ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ خواجہ احرارؒ کے اصل (رسالہ) والدیہ کے کئی قلمی نسخے استانبول میں موجود ہیں - استانبول کی سلیمانیہ لائبریری میں بھی والدیہ کے کئی نسخے موجود ہیں-''

بابر کو فرغانہ میں ایک عظیم رومانوی شاعرو ہیرو کا درجہ حاصل ہے۔اس کے نام پر وہاں ایک میوزیم بھی قائم ہے جس کے سامنے اس کا مجسمہ ایستادہ ہے- بابر شناسی میں پیریم قل اور ڈاکٹر انصار الدین ابراھیموف کے نام سرِ فہرست ہیں- یہ لوگ اردو بھی جانتے ہیں- مشہور اوزبیک محقق و ادیب سعید بک حسن نے رسالہ ٔ والدیہ کے عنوان سے روسی رسم الخط و



www.maktabah.org

حروف میں بغیر ترجمہ اچھا تنقیدی متن تیار کیا ہے جس میں الفاظ کے فرق کو ساموئیلووچ (A.Samoylovich) کے مطبوعہ نسخہ (پیٹرس برگ 1917ء) اور شفیقہ یارقین (Yarqin) خانم کے مطبوعہ نسخہ (کابل 1983ء) کی بنیاد پر ظاہر کیا گیا ہے۔

سعید بک حسن نے اپنے دیباچہ میں، بابر اور اس کی زبان کے لیے لفظ چغتائی (Chaghatay) استعمال نہیں کیا ہے۔[11] ان کے مطابق اوزبیک کلاسیکی ادب کے عظیم ترین نمائندے ظہیر الدین بابر نے اسے فارسی سے ترکی میں ترجمہ کیا ہے۔ انھوں نے رسالۂ والدیہ کا ترکی نام اتالیق رسالہ سی (Ataliq Risalasi) رکھا ہے۔ ان کے مطابق اس رسالہ کے دو قلمی اور پانچ مطبوعہ نسخے ہیں۔ انھیں نے Glossary کے طور پر مشکل عربی و فارسی الفاظ کے ترکی میں مترادفات بھی دیے ہیں۔ ہم نے ان کے اس عمدہ نسخے سے بھی استفادہ کیا ہے۔

ترکی زبان میں بابر کی پانچ عدد تالیفات ہیں۔ اُس کا شمار کلاسیکی ترکی ادب کے زعماء میں ہوتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ترکی زبان کا ابتدائی ادبی دور تھا اور پورے وسط ایشیا کے تیموریوں، اوزبیکوں وغیرہم کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ فارسی کتنی مقبول تھی، اس کا اندازہ ہمیں ابن بطوطہ کے سفرنامہ سے ملتا ہے۔ اس نے چین میں مُغنّیوں کو شیخ سعدی کی غزل گاتے ہوئے سنا۔[12] چین کے مسلمان صوفی حلقوں میں بھی فارسی ہی کا رواج تھا اور ہے۔ اس پورے دور میں برصغیر جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی سرکاری وقومی زبان بھی فارسی ہی تھی۔ بابر نے بھی اکثر مواقع پر فارسی اشعار بھی کہے ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس کی شاعری کا آغاز بھی فارسی اشعار سے ہی ہوا۔



www.maktabah.org

شاعری کے ساتھ ساتھ اسے عروض سے بھی دلچسپی تھی۔اس سلسلے میں اس نے ایک رسالہ بھی ترتیب دیا- عروض میں اس کی مہارت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ رسالۂ والدیہ کے منظوم ترجمہ کو اس نے مولانا جامی کے تتبع میں مشکل ترین بحر میں موزوں کیا- محترم عبدالسلام اس سلسلے میں تفصیل بیان کر چکے ہیں-

بابر کی جدت پسند طبیعت کا ایک اور ثبوت خطِ بابری کا رواج تھا- یہ وہ دور تھا کہ نسخ سے ہٹ کر تعلیق کا رواج ہوا تھا- سوویت اسکالروں کے مطابق بابر نے قرآن پاک کا ایک نسخہ اس خط میں تحریر کر کے مکہ معظمہ بھجوایا تھا کہ وہاں کے علماء سے اس کے رواج کا فتوی حاصل کر سکے، لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا اور خود بابر نے بھی اپنی سلطنت میں اس کے رواج کی کوئی کوشش نہیں کی- کہتے ہیں کہ یہ خط نسخ سے ملتا جلتا تھا مگر زیادہ پیچیدہ و مشکل تھا- اس ہی وجہ سے اسے مقبولیت نہ مل سکی-

حوالہ جات:

1۔ جو چغتائی واوزبکی زبان میں میرے اساتذہ تھے-

2۔ دواخان

3۔ امیر علی شیر نوائی سلطان حسین بائیقرا کا بچپن کا ساتھی تھا اور جب سلطان حسین نے ہرات و خراسان، قندھار پر اپنی حکومت قائم کر لی (کابل الغ بیگ بن سلطان ابو سعید کے پاس تھا) تو امیر علی شیر نوائی جس نے علوم و ادب میں نمایاں مقام حاصل کیا تھا وہ سلطان حسین کا امیر الامرا بن گیا- خود ایک بڑا ادیب و شاعر ہونے کے علاوہ اس نے علماء، ادبا و شعراء کی بڑی سرپرستی کی- بابر بھی



www.maktabah.org

اس کی علیت کا قائل تھا۔
4۔ رک لغت چغتائی وترکی عثمانی از شیخ سلیمان آفندی اوزبکی البخاری 1298ھ / 1881ء استانبول۔
5۔ چغتائی (چغتائی املا غلط ہے) زبان سے متعلق زیادہ تر معلومات میں نے اسناد کتاب سے اخذ کی ہیں' ملاحظہ ہو: Janos Eckmann Cagatayca El Kitabi Istanbul 1988
6۔ ترکی میں میرے زمانۂ طالب علمی میں راجہ صاحب محمود آباد سے پرنس اتاتلی سید شریف الحسن اور ظفر حسین ایبک نے تعارف کرایا تو انھوں نے بابر کے فارسی اشعار کی فرمائش کی۔ میں نے ان اشعار کی نقل ان کی خدمت میں پیش کر دی - راجہ صاحب سے مشائخ کانفرنس کے موقع پر کراچی میں ملاقات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ وہ بابر کے فارسی اشعار شوق سے پڑھتے رہتے ہیں۔
7۔ کچھ عرصے پہلے ڈاکٹر قمر رئیس صاحب نے دہلی سے بابر کے اشعار کا اردو ترجمہ ایک کتابی شکل میں شائع کیا ہے لیکن استانبول والے نسخہ سے عدم واقفیت کی بنا پر بہت غلطیاں کی ہیں۔
8. Bibl, Nat. Suppl. Turc. Paris No. 1230.
9۔ یہ چینی ترکستان سے پناہ لینے پہلے کابل آئے اور پھر پاکستان یہاں کراچی میں مقیم رہے۔ جہانگیر روڈ کوارٹرز میں قیام تھا اور کراچی میں ہی انتقال ہوا۔
10۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آغا خان سوم کی دادی شاہ قاچار کی دختر تھیں اس حوالے سے آغا خان مرحوم عثانی ترکی حکمران عبدالحمید خان کو اپنا ہم قوم سمجھتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

Said Bek Hasan, Risala-i Validiyya ,Zahiruddin Muhammad Babar, Tashkent, 1991

11۔ اسی طرح اوزبیک صدر اسلام کریموف بھی بابر کے لیے مغل کا لفظ استعمال نہیں کرتے ہیں بلکہ تیموری و بابری کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔
12۔ چین میں امیر الکبیر قُرطی نے ابن بطوطہ کی ضیافت کی اور محفلِ موسیقی منعقد کی۔ مغنی نے شیخ سعدی کے اشعار سنائے:

تا دل بمہرت دادہ ام در بحرِ فکر افتادہ ام
چون در نماز ایستادہ ام گویی بہ محرابم دری

ملاحظہ ہو ابن بطوطہ رحلۃ، عربی متن، جلد چہارم، مطبوعہ رباط، 1997، ص: 147، حاشیہ 82۔ جس میں دوسرے مصرعہ میں لفظ ''ام'' نہیں دیا گیا ہے۔ درست شعر کے لیے دیکھیں، غزلیاتِ سعدی، تصحیح، حبیب یغمائی، تہران، 1341، ص :198 (انصار)



www.maktabah.org

# کلامِ ملوک

## بابر کی شاعری کے ارتقاء کا مختصر جائزہ

ڈاکٹر انصار زاہد خان

سلطنتِ دہلی اور عہدِ مغلیہ، جنوبی ایشیا کی تہذیب و ثقافت کے ارتقا میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مغلیہ عہد کو بجا طور پر سنہری دور شمار کیا جاتا ہے جس کی ابتدا ظہیر الدین محمد بابر کی فتح پانی پت (1526ء) سے ہوئی۔

جمہوری نظام کے ارتقاء سے پہلے شہزادگی یا بادشاہت کو صرف ایک امتیازی مقام اور اعزاز ہی حاصل نہیں تھا بلکہ یہ اہم پیشہ کی حیثیت بھی رکھتے تھے تاکہ معاشرے میں نظم و ضبط اور امن و امان قائم ہو سکے۔ اسی لیے جب ملتان میں سید خاندان (1400-1440ء) کے زوال کے بعد کوئی حکمران نہیں رہا تو شہر کے باشندوں نے شیخ بہاء الدین کے خانوادہ سے شیخ یوسف کو اپنا حاکم مقرر کر لیا تھا[1]۔ اس طرح بادشاہت و سلطانی، فنِ سپہ گری کی طرح، معاشرہ کی اہم ضرورت اور پیشہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ طالع آزما سپاہی، تخت و تاج کے ان امیدواروں کا ساتھ دینے پر مجبور بھی تھے اور خواہش مند بھی۔



www.maktabah.org

بابر جب فرغنہ اور سمرقند سے ناکام ہو کر ہرات جانے کے ارادے سے نکلا تو راستہ بھر مختلف بے روزگار سپہ گر حتیٰ کہ ترک و مغل قبائل کے افراد بھی اس کے ساتھ شامل ہوتے گئے اور ان ہی کے سہارے اس نے کابل فتح کیا (1504ء)[2]۔ بادشاہوں اور شہنشاہوں کے عروج و زوال کی داستانوں میں بابر کی زندگی، مہم جوئی اور نشیب و فراز کا ایک دلکش اور حیرت انگیز مرقع پیش کرتی ہے۔ تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین ہونے والا یہ باعزم تیمورزادہ کبھی سمرقند میں تیمور کا جانشین بنتا ہے تو کبھی بے تخت و تاج، گلی کوچوں، کوہساروں اور نخلستانوں میں آوارہ گردی کرتا نظر آتا ہے۔ سنگلاخ پتھروں پر ننگے پاؤں پھرتا ہے یہاں تک کہ پیر پتھر جیسے سخت ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت بھی جب اپنے اور بیگانے سب ہی اس کی جان کے دشمن نظر آتے ہیں، وہ ہمت نہیں ہارتا اور اپنی مختصر زندگی کے آخری دور (1526-1544ء) میں ہندوستان میں حکومت کرتا دکھائی دیتا ہے اور فن حرب و جنگ کی بے مثال مہارت پیش کرتا ہے۔ جنگ و جدل، حسن و عشق کے رومانی مناظر اور ''بابر بہ عیش کوش''ؔ سے بھرپور زندگی کی دلکش داستان نے اس کی خودنوشت 'تزکِ بابری' کو تاریخ کی ایک ایسی اہم کتاب بنا دیا ہے کہ بعض مؤرخین کے نزدیک بابر کو تاریخ میں ایک عظیم مقام دلانے کے لیے یہی ایک کتاب کافی ہے۔

مہم جوئی اور فوجی فتوحات کے علاوہ اس کی شخصیت کے کئی اور اہم پہلو ہیں۔ حُسن اور فطری مناظر کا یہ دلدادہ، فنِ تعمیرات کی نئی جہتوں کی ہمت افزائی کرتا ہوا ملتا ہے، خصوصاً چہار باغ کے تصور کے ساتھ رواں دواں انہار، آبشار، حوض و بارہ دری نے عمارت کے ساتھ landscaping کی جو بنیاد رکھی وہ اس کے ورثاء کی شناخت بن گئی جس کے سہارے دیگر نادر عمارات کے



www.maktabah.org

ساتھ ساتھ، تاج محل اور شالیمار جیسے شاہکار ہماری میراث کا حصہ بنے۔

لیکن بابر کے ہم وطن فرغنہ وتاشقند کے باسی، اسے کامیاب حکمران، فوجی سالار یا تعمیرات کے سرپرست کی بجائے اپنے قومی غنائی شاعر کے طور پر یاد رکھتے ہیں۔ وہ جس معاشرے کا حصہ تھا اس میں مہذب کہلانے کا ایک بڑا ثبوت یہ تھا کہ ایک فرد اپنی ذاتی ومعاشی حیثیت سے قطع نظر، خود شاعر ہو یا کم از کم سخن فہم ہو۔ عام روزمرہ کی زندگی، محافل ومجالس میں برجستہ اور برمحل شعر کہنا اور پڑھنا، مہذب کہلائے جانے کی اہم دلیل تھی۔ اکثر حکمراں خود بھی شاعر ہوتے تھے اور شعراء وادباء کے سرپرست بھی جن سے ان کے درباروں کی زینت وشان میں اضافہ ہوتا تھا۔ اس کی بڑی مثال محمود غزنوی ہے جو خود بھی شاعر تھا اور تقریباً چارسو شعراء اور علماء کی سرپرستی کرتا تھا۔ اس کے دربار میں البیرونی جیسا بے نظیر مؤرخ اور سائنس داں موجود تھا لیکن عنصری اور دیگر شعراء کی زیادہ اہمیت تھی۔ وہ اور اس کا بیٹا مسعود تاریخ میں شعراء وعلماء کی سرپرستی کے حوالے سے ''پیل بار'' (ہاتھی کے وزن کے برابر انعام دینے والا) مشہور ہیں۔ (3)

شاعری کے لیے طبیعت کی موزونی کو بڑا دخل ہے۔ ساتھ ہی فنِ شاعری (عروض وبلاغت) سے واقفیت بھی چاہیے۔ اس کے علاوہ طبیعت میں تحریک پیدا کرنے کے لیے حسِ لطیف اور جذبات کا ہونا بھی ضروری ہے ورنہ شاعری آورد کا میکانیکی عمل بن کر رہ جاتی ہے۔ آمد کے لیے حُسن ولطافت کے جذبات کے ساتھ ساتھ اگر کسی شدید جذبے (عشقیہ یا حادثاتی) کا اضافہ ہو جائے تو اچھی شاعری پیدا ہونے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ بابر کی شاعری کے ارتقا میں یہ سارے عوامل کارفرما ملتے ہیں۔



www.maktabah.org

تخت نشینی کے وقت (899ھ /94-1493ء) بابر صرف بارہ / تیرہ سال کا لڑکا تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے نہ تو اس کی کم عمری کا لحاظ کیا اور نہ رشتوں کا۔ اس کے سگے ماموں اور سگے تایا فرغنہ پر حملہ آور ہوئے۔ سوتیلا بھائی جو عمر میں دو سال چھوٹا تھا، بابر کے ایک سردار، احمد تنبل اور اس کے ساتھیوں کے بہکانے میں آکر اندجان اور بعد میں فرغنہ میں خود مختار ہوگیا۔ اس طرح 1505ء تک بارہ سال کا پورا دور اسی کشمکش اور بے یقینی کی نذر ہوگیا۔ اس دوران میں ایسا وقت بھی گزرا کہ کبھی صرف دو سو اور کبھی تین سو ساتھی ہمراہ رہ گئے۔ ایک وقت تو ایسا بھی آیا کہ بابر کے ساتھ صرف دو یا تین ساتھی تھے اور ان کی بھی وفاداری یقینی نہیں تھی۔ [4] لیکن اس عالم میں بھی اس نوعمر تیمور زادہ کے بلند آہنگ ارادوں میں نہ تو کوئی کمی آئی نہ دیگر ضروری کام رکے۔ 903ھ /1498ء میں وہ سمرقند اور فرغنہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھا اور مشکل سے 200 ہمراہی ساتھ رہ گئے۔ پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری کیونکہ بقول خود اس کے، ''جب دل میں حکمرانی کی فکر اور ملک گیری کا عزم و ارادہ ہو تو دو ایک مرتبہ پیش رفت نہ ہونے سے ناکام ہو کر بیٹھا تو نہیں جا سکتا۔'' [5]

اسی عرصہ میں اس کے دونوں تایا سلطان احمد مرزا 1494ء میں اور محمود مرزا 1495ء میں فوت ہوگئے تو سمرقند اور تختِ تیمور کے لیے جدوجہد ہونے لگی۔ بابر نے اپنی اولوالعزمی کی بدولت 1497ء میں سمرقند پر قبضہ تو کرلیا لیکن شدید بیماری کے سبب اسے خالی کرنا پڑا اور اندجان بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ 1499ء میں اندجان وغیرہ پھر قبضے میں آگئے لہٰذا اسے موقع ملا کہ اپنی منگیتر عائشہ سلطان بیگم بنت احمد مرزا کو بیاہ کر لے آئے جو خجند میں تھی، لیکن



www.maktabah.org

پندرہ سولہ برس کی عمر میں کی گئی یہ شادی ناکام رہی۔ شروع میں حجاب غالب رہا، لہٰذا دس پندرہ دن میں رجوع کرتا جو بعد میں بڑھ کر تیں چالیس دن تک پہنچ گیا۔ اس کی والدہ کی سرزنش بھی سودمند ثابت نہ ہوئی اور بالآخر علیٰحدگی ہو گئی۔ (6)

اس خانگی سردمہری کا ایک سبب بابر کا ایک حسین لڑکے بابری کے عشق میں مبتلا ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ بقول خود اس کے ''طغیانِ عشق و محبت اور جوشِ جوانی کے سبب میں برہنہ سر و پا کوچہ، باغ اور باغیچہ کا چکر لگاتا۔ اس وقت نہ میرا کسی آشنا و بیگانے کی طرف التفات تھا اور نہ ہی کچھ خیال۔'' (7) اگر بابری سے آمنا سامنا ہوتا تو شرم وحجاب سے اسے دیکھ بھی نہ پاتا بلکہ گھبرا کر آگے بڑھ جاتا۔ لیکن کہیں بھی اس نے ہوس انگیزی کا اظہار نہیں کیا ہے۔ ''اختلاط'' تو درکنار معمولی حرف وحکایت بھی نہیں ہو پاتی تھی۔ غالبًا سلام دعا بھی نہیں۔ حالانکہ بابری جب اس کے سامنے آتا تو محکوم کی حیثیت سے اسے تسلیمات وسلام تو ضرور پیش کرتا ہوگا۔ آگے کیا ہوا، بابر نے اس کا حال بیان نہیں کیا ہے اور وہ سمرقند میں ترخانوں کی بغاوت اور دیگر سیاسی وفوجی معاملات بیان کرتا ہے۔ یہ عاشقانہ بیخودی کس طرح ختم ہوئی، یہ معلوم نہیں لیکن اندجان کے حاکم تیمورزادہ کا برہنہ سر وپا آوارہ گردی کرنا اور اپنوں سے بے رُخی اختیار کرنا سب کی نظروں میں آیا ہوگا۔ یہ ممکن ہے کہ بہی خواہوں نے اس لڑکے کو کہیں اور بھجوا دیا ہو، جس طرح قابوس نامہ کے مطابق شاہ وشمگیر نے ایک حسین غلام کے ساتھ کیا تھا کہ اسے سرحدوں پر بھجوا دیا تھا کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ بڑھاپے اور مفلسی میں عشق، پریشانی کا سبب بنتا ہے۔ اس کا بھی قوی امکان ہے کہ عائشہ سلطان سے تعلقات کشیدہ ہونے میں ان واقعات کا بھی دخل



www.maktabah.org

ہو۔ بہر حال بابر کے اس واقعہ کو اچانک مکمل نہ کرنے سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہوا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ قاضی خواجہ عبداللہ اور اس کی نانی ایسن دولت بیگم نے نوعمر شہزادے کو بچانے کے لیے کوئی کارروائی کی ہو۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ حسن پرستی کے اس واقعے کو عبد الرحیم خانخاناں نے اپنے فارسی ترجمے سے بھی نہیں نکالا۔ غالباً ایسی دلچسپی اس دور میں معیوب نہ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن بابر خود اپنے چچا سلطان محمود مرزا کی امرد پرستی اور لواطت کو برا سمجھ کر بیان کرتا ہے۔ اپنی شرم وحجاب پر اسے اپنے ہم عصر شاعر، صالح کا شعر یاد آیا جو حسب حال ہے ؎

شوم شرمندہ ہر گہ یار خود را درگذر بینم
رفیقان سوی من بینند و من سوی دگر بینم

(جب اپنے یار کو راستے میں دیکھ لیتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں۔ دوست میری طرف دیکھتے ہیں اور میں دوسری طرف دیکھتا ہوں۔)(8)

اپنی بے خودی وسرشاری پر اسے صالح کا ایک ترکی شعر بھی ملا ؎

عاشق اولغا بیخود و دیوانہ بولدوم بیلمادیم
کیم پری رخسار لار عاشقی غہ بوایرمسیش خواص

(میں عشق میں سرشار بے خود و دیوانہ و سرگرداں رہتا تھا لیکن مجھے معلوم نہیں تھا کہ ایک پری رخسار نے مجھے اس حال کو پہنچا دیا ہے۔)

مزید:

نی بارورغہ قوتیم بارنی تورار طاقتیم
بیزنی بو حالت قہ سین قیلدینگ ای کونکول



www.maktabah.org

(نہ چلنا میرے بس میں تھا اور نہ ٹھہرنا۔ میری یہ کیفیت میرا دل چُرانے والے کے ہاتھوں ہوئی۔)

ہوسکتا ہے یہ اشعار بعد میں تزک تحریر کرتے ہوئے شامل کیے گئے ہوں۔ اس لیے کہ اس ابتدائی دور میں بابر نے محمد صالح کو خواجہ یحیٰی کے ساتھ ہی دیکھا تھا۔ خواجہ یحیٰی کے، ازبکوں کے ہاتھوں شہید ہونے کے بعد صالح، مُلّا بنائی کی طرح، شیبانی کے دربار میں شامل ہوگیا تھا اور بابر کو اس کا کلام سننے یا دیکھنے کا موقع شیبانی کے مرنے (915ھ/1506ء) کے بعد ہی حاصل ہوا ہوگا۔

یہاں یہ بات کہنا بے محل نہ ہوگا کہ اگر عائشہ سلطان بیگم سے بابر کے تعلقات، بابری کی وجہ سے خراب یا متاثر ہوئے بھی ہوں تو اس سلسلے میں بابر کے کردار پر کوئی مستقل الزام عائد نہیں رہا کیونکہ آگے چل کر بابر کی شادی عائشہ سلطان بیگم کی چھوٹی بہن معصومہ سلطان سے باہمی محبت کے بعد ہوئی۔

سب سے اہم اور قابلِ تذکرہ بات یہ ہے کہ بقول قمر رئیس، اسی جذب وعشق کی گھٹن نے ایک اعلیٰ اور ارفع تزکیہ (sublimation) کا راستہ اختیار کیا، جس کا پیدا ہونا ہوس انگیزی کے بعد مشکل تھا۔ وہ اپنے جن جذبات کو اپنے محبوب کے سامنے بیان نہیں کر پاتا تھا یا اس کی ہمت نہیں رکھتا تھا وہ ایک یا دو بیت کی شکل میں موزوں ہوتے گئے۔ ان میں سے ایک شعر بابر نے اپنی تزک میں درج کیا ہے ؎

ہیچ کس چون من خراب و عاشق رسوا مباد
ہیچ محبوبی چو تو بے رحم و بے پروا مباد

(کوئی شخص میری طرح برباد، عاشق و رسوا نہ ہو، کوئی محبوب تیری طرح



www.maktabah.org

بے رحم و بے پروانہ ہو۔)

تاریخِ ادب میں مشکل سے کوئی ایسی مثال ملے گی کہ کسی ادیب یا شاعر نے اپنے تخلیقی سفر کی ابتدا کی اس طرح نشاندہی کی ہو۔

بابر کی شعر گوئی کا آغاز (905ھ /1499ء) میں ہوا اور وجہِ تحریک ایک معاشقہ تھا۔ پھر یہ سلسلہ آگے بڑھا۔ بات رباعیات تک پہنچی، جن میں اکثر روزمرہ کے اور دیگر معاملات نظم ہوئے۔ جب بابر نے سمرقند شیبانی سے دوبارہ چھین لیا (906ھ /1500ء) تو شاعر ملا بنائی نے اپنی پریشانی ایک فارسی رباعی میں لکھ کر پیش کی۔ جواب میں بابر نے ایک ترکی رباعی میں اسے یقین دلایا کہ اس کی سرپرستی کی جائے گی۔ یہ بابر کی غالباً پہلی رباعی تھی۔

ایشلار باری کونکلو نکدا کی دیک بولغوسی دور
انعام و وظیفہ باری بویرو لغوسی دور
اول غلہ و مھمل کہ دیب ایردینگ بیلدم
مھمل غہ بوی و غلہ دین اوی تو لغوسی دور

(تیرے دل کی خواہش پوری ہوگی، انعام و وظیفہ کا حکم صادر کیا جائے گا۔ تو نے غلّے کی ردیف پر جو اشعار کہے ہیں، وہ میرے علم میں ہیں۔ تجھے لباس، مکان اور غلّہ ضرور ملے گا۔)(9)

اشعار میں موجود حالات اور واقعات کافی نمایاں ہونے لگے جو اس کی شعر گوئی اور مہارت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ 907ھ میں سمرقند سے نکالے جانے کے بعد جب پریشان پھرتے ہوئے وہ درہ آب بردن پہنچا تو ایک شاعر ملا ہجری حصاری بھی وہاں آیا۔ جب بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بابر نے یہ مطلع کہا: ؎



www.maktabah.org

تکلف ہر نیچہ صورت بولسہ اند این ارتوق سین
سینی جان دیر لار امابی تکلف جاندین ارتوق سین

(اپنی صورت (کے بیان) سے تم دھوکا نہ کھانا، تم اس سے بھی بہتر ہو، (جس طرح) لوگ تمھیں (اے جان) جانتے ہیں، تم اس سے زیادہ عزیز ہو۔)[10]

اس اثنا میں وہ شاہرخیہ پہنچا، عیدقربان منائی، پھر فوراً بڑے ماموں احمد خان کے پاس تاشقند پہنچ گیا۔ اس وقت تک بابر کو مصطلحاتِ شعر سے واقفیت کم تھی لہٰذا اس نے ایک رباعی اصلاح و معلومات کے لیے خان کو پیش کی۔ خان خوش گو شاعر تھا لیکن غزل میں کمزور تھا، اس نے بابر کی خواہشِ اصلاح کے باوجود کوئی رہنمائی نہ کی۔ بابر کو بعد میں معلوم ہوا کہ ترکی میں شعری ضرورت کے تحت 'تا' و 'دا' اور 'غا' و 'قا' ایک دوسرے کے متبادل ہو سکتے ہیں۔ بابر نے جو رباعی اصلاح کے لیے پیش کی تھی، وہ حسبِ ذیل ہے:[11]

یاد ایتماس ایمش کشی نے محنت تہ کیشی
شاد ایتماس ایمش کونکول نی غربت تہ کیشی
کونکلوم بو غریب لئیق تو شاد اولمادی بم ہیچ
غربت تہ سیو نمالیس امیرمش البتہ کیشی

(مصیبت میں کوئی کسی کی دادوفریاد نہیں سنتا، جب آدمی غریب الوطن ہوتو کوئی اسے شاد نہیں کہتا۔ اس غریب الوطنی میں میرا دل شادوخرم نہیں، آدمی کوئی بھی ہو، اسے غریب الوطنی میں مسرت نصیب نہیں ہوتی۔)

بابر نے شاعری میں اپنی غریب الوطنی اور پریشان حالی کا اظہار اکثر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے خان نے اس رباعی کو بابر کی یہ کوشش سمجھا ہو کہ وہ اس



www.maktabah.org

غریب الوطنی میں اس سے بہتر مدد کی توقع رکھتا ہے، اور اسی وجہ سے خان نے اس رباعی پر زیادہ توجہ نہ دی ہو۔ ویسے بھی منگول اپنی پرانے رسوم و رواج کو تو نہیں بھولے تھے، لیکن اس وقت کوئی بڑی فوجی قوت بھی نہ تھے۔ بابر ذاتی پریشانی کو اپنے اشعار میں ہی ظاہر کر کے اس دور ابتلاء کو گزار سکتا تھا۔ تاشقند میں اپنے ماموں کے ہاں اس نے تنبل پر فوج کشی کی تیاری دیکھی اور شکار کے نرغہ میں شریک ہوا۔ شکار کے بعد جب لوراک نامی چہار باغ پہنچے (907ھ/1501ء) تو اس روز بابر نے اپنی پہلی غزل مکمل کی جس کا مطلع یہ ہے:(12)

جانیم دین اوز کا یار وفا یمادیم
کونگلوم دین اوز کا محرم اسرار تا یمادیم

(اپنی جان کے سوا کوئی یار وفادار نہیں، اپنے دل کے سوا کوئی محرم راز نہیں۔)

یہ غزل سات اشعار پر مشتمل تھی۔ اس کے بعد جو غزلیں مکمل ہوئیں، وہ اسی ترتیب سے قلمبند کی گئیں۔ اس غزل کا ترجمہ اردو میں قمر رئیس صاحب نے اپنی کتاب ''ظہیر الدین بابر، شخص، شخصیت و شاعری'' میں شامل کیا ہے اور صرف چھ اشعار دیے ہیں۔ قیاس ہے کہ دیوان کی ترتیبِ نو کرتے ہوئے بابر نے ایک شعر نکال دیا ہوگا۔

بابر کے لیے سخت ترین دور 910-908ھ کا عرصہ تھا۔ جوانی میں قدم رکھ رہا تھا اور عالم یہ ہو گیا تھا کہ وہ تنگ آ کر ملک خطاء کی طرف نکل جانا چاہتا تھا۔ خوانین کی مدد سے بھی کام نہ چلا اور 908ھ میں اخسی سے فرار پر وہ اکیلا رہ گیا۔ دو سوار ملے جو بظاہر دوست نظر آ رہے تھے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس



www.maktabah.org

کے مخالف شیخ بایزید کے آدمی ہیں۔ بابر کو یقین ہو گیا کہ موت سامنے ہے۔ اس نے ان دونوں افراد میں سے یوسف نامی شخص سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت تو دے دو کہ مرنے سے پہلے وضو کرلوں۔ ایک تیموری شہزادے کی بے چارگی دیکھ کر خوش قسمتی سے اس آدمی کا جذبۂ وفاداری بیدار ہو گیا اور اس نے وفاداری کی قسم کھائی۔ بابر کو اس بے چارگی میں یہ خیال آیا کہ ''اگر کسی انسان کو سو سال یا ہزار سال بھی مل جائیں تو انجام اس کا فنا ہی ہے۔''(13)

بدقسمتی سے تزک میں 909ھ/1503ء کے حالات نہیں ہیں لیکن لگتا ہے کہ حالات میں کوئی خاص بہتری نہیں ہوئی۔ وہ 910ھ میں فرغنہ سے خراسان کے لیے روانہ ہوا تاکہ سلطان حسین بائیقرا کے پاس ہرات میں پناہ لے۔ ابھی اس کا 23واں سال ہی شروع ہوا تھا۔ ایلاک یا یلاغ نامی حصار کی ایک چراگاہ میں اس نے استرے سے خط بنایا۔ مفلسی کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے 200یا300 افراد ساتھ تھے۔ ان میں بھی بیشتر پیدل، ہاتھوں میں لاٹھیاں، ادھوڑی استر کے جوتے اور کندھوں پر چرواہوں کی گدڑی۔ صرف دو خیمے تھے۔ ایک بابر کی والدہ کے لیے لگا دیا جاتا دوسرا اس کے اپنے بیٹھنے کے لیے۔(14) جب خراسان کی طرف روانہ ہوئے تو باغی حاکم حصار، خسرو شاہ (جو پہلے ہی انہیں پریشان کر چکا تھا) کے چھوٹے بھائی باقی حاکم چغانیان نے ساتھ دیا۔ ارادہ یہ ہوا کہ اہل خانہ کو کوہ ہندوکش کے جنوب میں واقع قلعہ کہمرد میں چھوڑ کر قسمت آزمائی کی جائے۔ اسی دوران میں بابر کے چھوٹے بھائی جہانگیر مرزا کا نکاح بھی کیا گیا۔ آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ مغل سپاہی شامل ہوتے گئے۔ سب نے خسرو کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کابل میں اس وقت مقیم ارغون حاکم تھا۔ اس کا بھائی شاہ شجاع (شاہ بیگ اور والد امیر ذوالنون) ہرات میں



www.maktabah.org

تھے۔ چغانیان کے حاکم اور خسرو شاہ کے چھوٹے بھائی، باقی کی یہی رائے تھی کہ کابل پر حملہ کیا جائے۔ بہت سے امراء سرد موسم کی وجہ سے ہچکچا رہے تھے۔ باقی کا اصرار تھا کہ شجاع اور ذوالنون ارغون کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھایا جائے کیونکہ مقیم فوجی اعتبار سے کمزور تھا اور کابل کے عوام میں غیر مقبول بھی، اس لیے اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا، لہٰذا اس پر عمل ہوا۔ بالآخر ربیع الاول کے آخری دنوں میں کابل، غزنی اوران کے اضلاع، بغیر کسی خاص جنگ و جدل کے، بابر کے تحت آ گئے[15] (910ھ/1505ء)۔ اسی سال اس کا بڑا بیٹا ہمایوں پیدا ہوا۔ کابل پر قبضہ کے بعد اور سمرقند میں تیسری بار ناکامی کے بعد بابر کی توجہ ہندوستان کی طرف منعطف ہوئی جس کا خیال اسے پہلے بھی آیا تھا لیکن وہ اس پر عمل نہیں کر پایا تھا۔

ماہ شعبان میں کابل سے ہندوستان کا عزم کیا اور کوہاٹ پر حملہ کیا۔ کوہاٹ سے بنگش و دشت ہوتے ہوئے گومل کے راستے واپسی ہوئی۔ نماز عید دریائے گومل کے کنارے ادا ہوئی۔ اس سال عید الفطر اور نوروز بہت نزدیک واقع ہوئے، لہٰذا اسی مناسبت سے ایک غزل کہی۔ مطلع ملاحظہ ہو

یانگی اے یار یوزی بیرلہ کوروب ایل شاد بیرم لار
منگا یوز وقا شینگدین ایرو بیرم آییدا غم لار

(ماہِ عید اور ماہ رخ جیسے یار کو ساتھ دیکھنے سے بہتر عید نہیں، میرے نزدیک ہلالِ عید غم زدہ ہے، کیونکہ میں اے ماہ رخ تجھ سے دُور ہوں۔)[16]

یہ کس یار و ماہ رُخ کی یاد تھی، اس کا اندازہ تو نہیں لیکن بابر کے اشعار میں ہجر و غم کی گہری چھاپ، زمانہ کے حادثات، رومانی خیالات کے ساتھ ملے جلے ملتے ہیں، جن سے اس کے اشعار میں ایک خاص انداز کا تغزل ملتا ہے۔ ساتھ



www.maktabah.org

ساتھ اکثر اپنے ساتھ ہونے والے حادثات اور واقعات کا بھرپور اظہار بھی۔

اس کا ایک بہترین مظاہرہ اس وقت ہوا جب 912ھ میں بابر، شاہ حسین بائیقرا تیموری کے بلانے پر شیبانی خان کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے لیے کابل سے ہرات پہنچا۔ بدقسمتی سے حسین بائیقرا کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دونوں بیٹے بدیع الزماں اور مظفر جھگڑتے رہے۔ کم عمر ہونے کے باوجود بابر کے فاتح سمرقند ہونے کی وجہ سے ان دونوں تیموری شہزادوں کو اس کا احترام کرنا پڑا لیکن شیبانی کے خلاف مہم ہو ہی نہیں سکی۔ کچھ جھڑپوں میں امیر ذوالنون مارا گیا اور بابر اپنے لیے سرد مہری دیکھ کر سخت سرد موسم میں واپس ہوا اور جلد کابل پہنچنے اور ہندوکش پار کرنے کے لیے ایک مختصر راستہ اختیار کیا۔ عین پہاڑ پر وہ اور اس کے ساتھی برفانی طوفان میں گھر گئے۔ درّۂ زرین کے نیچے ایک خوال قوتی (قوتی غار) بمشکل نظر آیا۔ بابر اس وقت تک اندر نہیں گیا جب تک کہ تمام ساتھی اندر نہ پہنچ گئے۔ اس نے باہر ہی سینے تک برف کھود کر اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالی تھی لیکن برف کے ایک ہی جھکڑ میں اس کی کمر، سر اور کانوں پر چار انگل برف جم گئی۔ سپاہیوں اور ساتھیوں میں ایسے حاکم کے لیے محبت اور خلوص ہی پیدا ہوتا ہے۔ بابر بمشکل تمام نو یا دس دن میں پہاڑ سے نیچے اترا جہاں کے اولنگ سبزہ زار میں مقامی لوگوں نے مکانات اور کھانا وغیرہ فراہم کیا۔ اس موقع کی سختی سے متاثر ہو کر بابر نے ایک مطلع موزوں کیا ۔

چرخ نینک مین کورماکان جور و جفا سی قالوی مو
خستہ کونکلوم چیکما کان درد و بلاسی قالای مو

(آسمان کی کون سی ایسی ظالم گردش ہے جو میں نے نہ دیکھی ہو۔ ایسا کون



www.maktabah.org

سا دردوالم ہے جو میرے دلِ ناتواں پر نہ گزرا ہو۔)(17)

اس مطلع پر آگے جاکر اس نے ایک غزل موزوں کی۔

بہر حال بابر اس جانگداز سفر کی یاد کو بھلا نہ سکا۔کم از کم دو جگہ اس کے دیوان میں اس موضوع پر اشعار ملتے ہیں۔(17-a)

قیش بولدی بارچہ تام وتاش قار

جمعیتی بارکشیگا بار دور خوش قار

بوقیش دا ایمان یول و پریشان حالیم

یارب مینی بخشی لیغ ساریغہ باشقار

(یہ سردی جاڑے کا زمانہ ہے۔تمام چھتیں اور پتھر برف سے ڈھکے ہیں۔سردیوں کا موسم خوشگوار رہوتا ہے جن کے ساتھ لوگ ہوں۔لیکن اس موسم میں، میں نے غلط راستہ اختیار کرلیا اور مصیبت میں ہوں۔یارب مجھے اپنی رضا اور بہتری کی طرف لے جا۔)

خراسانغہ اون آی تارنیب چیریک کابل ساری یاندونگ

قیش ایچرہ ناچیران بیرلہ اول یول وہم جان آلدی

(دس ماہ خراسان میں گزارنے کے بعد تم فوج کو کابل واپس لے آئے۔سردی میں تم نے شکار گاہ بھی کھوئی، راستہ بھی بلکہ تقریباً اپنی جان بھی۔)(17-b)

یہاں سے آگے بڑھے تو ترکمان و ہزارہ قبائل سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ہزارہ نے ایک تنگ درّے میں بابر کے آدمیوں کو گھیر لیا تھا اور تیراندازی کررہے تھے۔بابر نے خود آگے بڑھ کر حملہ کیا۔اس طرح اپنے ساتھیوں کی ہمت افزائی کی۔اس نے اٹھارہ اشعار پر مشتمل، مثنوی کے انداز میں پورا واقعہ نظم کیا ہے



www.maktabah.org

کہ کس طرح ہزارہ نے راستہ محدود کر دیا، اس کے لوگ لڑنے سے کترا رہے تھے، خود اس کے پاس نہ زرہ بکتر تھی نہ سینہ بند اور نہ ہی گھوڑے کا ساز، صرف ترکش تھا۔ شکایۂ کہتا ہے کہ نوکر اس لیے رکھا جاتا ہے کہ وہ وقت پر کام آئے اور اپنے آقا پہ جان نثار کرے نہ کہ اس لیے کہ وہ کھڑا رہے اور اس کا آقا بے بس ہو جائے۔ ان اشعار میں روانی بھی ہے اور حقیقت نگاری بھی اور ایک آقا اور نوکر کا اس دور میں تصور بھی؛ اس میں ہزارہ کو باغی تصور کیا گیا ہے حالانکہ وہ آزاد علاقہ سے متعلق تھے۔ پہلا شعر یہ ہے ؎

قراسین باغی ئینک کورو بتورلار

دنگ و حیران بولوب تورو بتورلار

(جب ہراول دستے کا راستہ باغی (ہزارہ) لوگوں نے مسدود کر دیا، تو سب لوگ حیران و مبہوت ہو کر اپنی جگہ رک گئے۔)(18)

اس درمیان میں کابل میں گڑ بڑ ہوئی لیکن اسے دوبارہ حاصل کر لیا گیا۔ اس کا مرکز خانؑ مرزا اور مرزا دوغلت تھے۔ انھیں خراسان جانے دیا گیا۔ اطمینان ہو جانے کے بعد کوہِ دامان کا شغر باران، چاش توپہ اور گلبہار کی طرف سیر کی خاطر گئے۔ یہ علاقے موسمِ بہار میں انتہائی سرسبز اور دلکش ہو جاتے ہیں۔ چالیس اقسام کے تو پھول کھلے ہوئے تھے۔ اس قدرتی حُسن کی تعریف میں ایک شعر ہوا ؎

سبزہ و گل لار بیلہ جنت بولور کابل بہار

خاصہ بو موسم دا باران یاریسی و گلبہار

(اپنے سبزہ و گل کے باعث بہار کے موسم میں کابل بہشت کہلاتا ہے۔ خاص طور پر دشت، باران اور گلبہار جیسے مقامات۔)(19)



www.maktabah.org

قدرت کے ان حسین مناظر نے بابر کی طبیعت کو مزید جولان کیا اور وہاں اس نے ایک غزل مکمل کی جس کا مطلع ہے ؎

میڼیک کونکلوم کہ گل نینک غنچہ سی دیگ توبۃ قاندور
اگر یوز مینک بہار اولسہ اچیلما نمی نوا مکاندور

(میرا دل غنچہ وگل کی طرح ہے، جس کی تہوں میں ایک شعلہ پنہاں ہے۔ اگر ہزاروں بہاریں بھی آئیں تو کیا اس دل کی کلی کھل سکتی ہے؟)[20]

قدرتی مناظر کے حُسن سے لطف اندوز ہونے کے باوجود اس کے دل سے غم کا سایہ ختم ہوتا نظر نہیں آتا۔

914-912ھ کے درمیان شیبانی نے ہرات تباہ کر دیا۔ بابر نے قندہار پر قبضہ بھی کیا لیکن شیبانی کے خوف سے ہندوستان (لمغان) کی طرف روانہ ہوا۔ قندہار پر قبضہ کے بعد ہی اس نے اپنی پہلی بیوی عائشہ سلطان کی چھوٹی بہن معصومہ سلطان کو کابل بلا کر اس سے شادی کر لی (914ھ)۔ وہ اسے پسند کرتی تھی۔ بابر نے اس سے قبل جس ماہ رخ کی شنید کا تذکرہ کیا، غالباً وہ یہی منظورِ نظر تھی۔

باجوڑ کی فتح (925ھ) کے بعد خواجہ کلان کو علمِ طوغ عطا کیا اور اسے وہاں بھیج دیا گیا۔[21] خواجہ سے قربت بہت تھی۔ ایک دو دن کے بعد ایک قطعہ ذہن میں آیا جو اسے لکھ بھیجا:

قرار و عہد بیار این چنین نبود مرا
گزید ہجر و مرا کرد بے قرار آخر
بعشویای زمانہ چہ چارہ ساز و دکس
بجور کرد جدا یارا از یار آخر



www.maktabah.org

(نہ تھا ایسا عہد و پیماں بہ یار آخر، جدا ہو کر گیا ہے بے قرار آخر، خلافِ قسمت ہتھیار کیا آزماؤں، یار کو یار سے جدا کر دیا باجوڑ نے آخر۔)

تزک میں 914ھ سے 925ھ کے درمیان کے واقعات موجود نہیں ہیں۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی ہندوستان میں بارش اور ہوا کے طوفان کے باعث تزک کے صفحات منتشر ہو گئے تھے۔ امکان ہے کہ بابر کو بعد میں ان صفحات کو دوبارہ تحریر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ بہر حال بابر کو شاعری کرتے ہوئے تقریباً دو عشرے ہو چکے تھے۔ اچھا خاصا کلام جمع ہو گیا ہو گا، لہٰذا وہ بیان کرتا ہے کہ 925ھ میں جب حافظ میر کاتب کا بڑا بھائی سمرقند سے اپنی بیوی کو لینے آیا تو میں نے اس کے ہاتھ اپنا دیوان سمرقند میں ازبک خاقان کے بیٹے پولاد سلطان کو بھیجا اور اس کے پیچھے ایک قطعہ ترکی میں لکھ کر بھیجا:

اول سرو نینک حریمغہ کیر یتسا نک ای صبا
بیر کیل بو ہجر خستہ سھادین یاد کونگلی کا
رحم ایلا بان غیما سا عتمادی بابر نی بار امید
سالغای خدای رحم نی پولاد کانگلی کا

(اے صبا اگر تو اس سرو کے حرم میں پہنچے، تو اسے اس ہجر کے مارے کی یاد دلا دینا، خدا اس پر رحم کرے جس نے بابر کو یاد نہ کیا، خدا سے امید ہے کہ وہ اس کے فولادی دل کو موم کر دے گا۔)[22]

قطعہ کا لہجہ بتا رہا ہے کہ بابر، شیبانی کی موت اور سمرقند سے نکالے جانے کے بعد سمرقند اور ان ازبک شہزادوں اور امراء سے تعلق رکھنا چاہتا تھا۔ پولاد سلطان اس کی سوتیلی بہن مہر بانو اور نئے ازبک خاقان کوچوکوم کا بیٹا تھا۔ مہر بانو نے ازبکوں کی شکست کے باوجود اپنے شوہر اور اولاد کو نہیں چھوڑا جیسا کہ



www.maktabah.org

اکثر دوسری تیموری خواتین نے کیا تھا۔اس خواہشِ ملاقات کا اُدھر سے کیا جواب ملا ،وہ تو نہیں معلوم لیکن کچھ نہ کچھ تعلق ضرور رہا ہوگا۔(935ھ /29-1528ء) میں 6ربیع الثانی کو بابر نے قزلباش، ازبک اور ارغون حکمرانوں کے سفارتی نمائندوں کی ضیافت کی ۔ازبک سفارت کار،خواجہ عبداللہ کے خانوادے کے خواجہ عبدالحق اور خواجہ یحییٰ پر مشتمل تھے جنہیں کوچوکوم خاقان ازبک کے بیٹے ابوسعید نے بھیجا تھا۔انہیں قزلباش سفیر کے برابر نوازا گیا اس لیے کہ وہ پولاد سلطان اور مہربانو خانم کی بھی نمایندگی کررہے تھے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس وقت بابر خود ایک بڑی سلطنت کا بادشاہ تھا اور ازبک وصفوی حکمران ایک دوسرے کے مقابلے میں اس کی مدد یا کم ازکم عدم مداخلت کے خواہاں تھے۔ (22-a)۔ بابر کے قلب ومزاج میں اپنے رشتہ داروں کے بارے میں جوجذبات تھے اور جن کا اس نے اکثر مظاہرہ کیا تھا،یہ اس کی ایک مثال ہے۔یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان اشعار میں اس نے اپنی بہن کو بالواسطہ مخاطب کیا ہو۔

یہ امر بھی اہم ہے کہ بابراس وقت اپنے شعری مجموعے کوایک دیوان سمجھتا تھا اوراس قابل کہ اسے بطور سوغات بھیجا جائے۔ یہ بھی امکان ہے کہ پولادسلطان بھی شاعر ہویااچھے شعری ذوق کا مالک ہو۔

بابر کوشاعری کرتے ہوئے بیس سال ہونے کوآئے تھے اس وقت اس دیوان میں کتنی غزلیں، رباعیات،قطعات اورفرد اشعار شامل تھے،اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔آیااس میں فارسی کلام بھی شامل تھایاصرف ترکی اشعار تھے؟ بابر کا جو دیوان 1982ء میں ازبک عالم سعید بیگ حسنود نے مرتب کر کے شائع کیا ہے اس میں 158غزلیں، 98رباعیات، 19قطعات،



www.maktabah.org

53 معمے، 53 فردیات اور کچھ دوسرے اشعار شامل ہیں۔ رامپور کے نسخے میں خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے ''رسالۂ والدیہ'' کا 240 اشعار پر مشتمل منظوم ترجمہ بھی شامل ہے۔اس کے علاوہ 141 اشعار کی ایک مثنوی، دوسرے حصہ میں ایک غزل، مختصر نظمیں اور تیسرے حصے میں آٹھ اشعار کی ایک مثنوی نما نظم شامل ہے۔اسی طرح کا ایک نسخہ استنبول یونیورسٹی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ بابر کا فارسی کلام بکھرا ہوا اور منتشر ہے۔ظاہر ہے کہ پولا دسلطان کو جو دیوان بھیجا گیا تھا وہ 935ھ والے دیوان سے یقیناً مختصر ہوگا۔قمر رئیس نے بابر کے دو اشعار کا اردو ترجمہ دیا ہے جو غالباً پولا دسلطان کو بھیجے جانے والے دیوان سے متعلق محسوس ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں سوغات بھیجنے کا حوالہ ہے۔کسی اور فرد کو دیوان بطور سوغات بھیجنے کا کوئی حوالہ نہیں ملتا ہے۔ (23)

دیوانیمہ ربط ونی ترتیبی دور
نی جدول ونی تذہیبی دور
گر سنگا بیار دیم آنی عیب ایلا مایکم
دیوانینگ نی یتلارگا تقریبی دور

ترجمہ:

دیوان میں میرے کوئی ترتیب نہیں ہے
جدول نہیں، زرکاری و تذہیب نہیں ہے
بے شک تمھیں بھیجی ہے یہ سوغات مگر
ہونی ہے جو تقریب وہ تقریب نہیں ہے

رامپور والے دیوان میں ترقیمہ میں آخری سالِ کتابت 15 ربیع الاوّل 935ھ /28 دسمبر 1528ء درج ہے۔اس میں بابر کی بیماری کے



www.maktabah.org

زمانے میں رسالہ ٔ والدیہ کا منظوم ترجمہ (240 اشعار) اور 935ھ میں اس کے بخار سے متعلق کہی گئی چند رباعیاں شامل ہیں۔ 933ھ میں بابر نے کامران اور ان لوگوں کے بارے میں، جو ہند سے چلے گئے تھے اور ان کا اس طرح ساتھ چھوڑ جانا اسے پسند نہ آیا تھا، ایک قطعہ لکھ کر ملا علی خان کے ہاتھ کامران کو بھیجا:(24)

ای الاریکم بوهند کشوریدین
بار دینگیز انکلاب اوز کا رنج و الم
کابل و خوش هوا سینی ساغینب
هند دین کرم بار دینگیز اول و دم
کور دینگیز تا پینگیز ایکن اندا
عیشرت و عیش بیرله ناز و نعم
بیز داغی اولما دوک بحمدللہ
کرچه کوب رنج ابدی بیحد غم
حظ نفسنی مشقت بدنی
سیزدین اوتی و اوتی بهتر دین هم

(اے لوگو! جو ملک ہند کی سرزمین سے چلے گئے ہو، جو یہاں کی تکلیف اور دکھ سے واقف تھے اور کابل اور اس کی خوش کن آب و ہوا کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ تم جلد از جلد ہند سے چلے گئے۔ وہاں تم عیش وعشرت اور ناز کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ یہاں ہم بھی زندہ ہیں۔ اگرچہ یہاں تکالیف اور غم بے حد ہیں۔ حظ نفس تمہیں ملی اور بدنی کوفت دور ہوگئی، ہماری بھی البتہ کم ہوگئی ہے۔)



www.maktabah.org

بابر کی فطرت میں جو شاعرانہ موزونیت تھی وہ اس کی بیماری سے بھی نہیں دب سکی۔ جب وہ آگرہ میں بخار میں بتلا ہوا تو کچھ رباعیاں اپنی بیمار حالت میں بھی موزوں کیں۔ ان میں سے ایک ملاحظہ ہو:

جسمیدا ایسیتمہ کوندا محکم بولادور
کوز دین او چادور اویقو چو اختشام بولادور
ہریکا لاسی غنیم بیلہ صبریم دیک
بار غانسابی بوار تا دو اول کم بولا دور

(دن کے وقت میرے بدن میں تیز بخار ہو جاتا ہے اور رات کو نیند آنکھوں سے غائب ہوجاتی ہے، یہ دونوں گویا میرے غم اور صبر کی طرح ہیں، جب ایک بڑھتا ہے تو دوسرا کم ہو جاتا ہے۔)

یہ بخار غالباً ملیریا تھا۔ (25)

ان بیماریوں سے صحت یاب ہونے کے لیے بابر نے خواجہ عبیداللہ احرارؒ کے رسالہ ٔ والدیہ کا منظوم ترجمہ ترکی زبان میں کیا۔ اس خیال سے کہ جس طرح قصیدہ بردہ کے نظم کرنے پر حضرت بوصیرؒ کو کامیابی نصیب ہوئی تھی، اس رسالہ کا منظوم ترجمہ کرنے پر اسے بھی صحت یابی ملے گی، اور ایسا ہی ہوا۔

بابر نے مولانا جامی کی مثنوی سبحۃ الابرار کے وزن پر بحر رمل مسدس مجنون اور عروض میں ضرب گاہ ابرگاہ مجنون مخذوف پر نظم کرنا شروع کیا۔ پہلی ہی رات (27 صفر 935ھ) 13 اشعار ہو گئے۔ اس نے یہ التزام بھی رکھا کہ ہر روز کم از کم دس بیت نظم ہوں۔ صرف ایک دن ناغہ ہوا۔ مہینہ کی 29 تاریخ کو افاقہ ہونا شروع ہوا پھر صحتِ کلی ہو گئی۔ 8 ربیع الاول کو اختتام پر پہنچا۔ ایک دن تو 52 اشعار منظوم ہوئے۔ ''رسالہ ٔ والدیہ'' میں کل اشعار



www.maktabah.org

240 ہیں۔

صوفیانہ موضوع سے متعلق اور اصطلاحات سے بھرپور فارسی نثر کو ترکی اشعار میں ڈھالنا آسان کام نہیں تھا۔کمال یہ ہے کہ بابر نثر میں بیان کردہ مضمون سے پوری مطابقت قائم رکھ سکا ہے۔لیکن اس طرح کے منظوم ترجمہ میں اعلیٰ شاعرانہ تخلیق کو تلاش کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

برصغیر کے زمانے میں بابر نے تاریخی اشعار بھی کہے ہیں اور ان اشعار سے اکثر تاریخی حقائق کو سند ملتی ہے۔فتح خانوہ کے بعد اس نے غازی کا لقب اختیار کیا۔اس کے فرامین جب لکھے گئے تو بابر نے ان پر یہ رباعی درج کی:

اسلام اوچون آورہ یازی بولدوم

کفار و ہنود حسر بسازی بولدوم

جوزم ایلاب ایدیم اوزنی شہید اولما ققہ

الممۃ اللہ کہ غازی بولدوم

(اسلام کی خاطر میں جنگل وصحرا میں سرگرداں رہا۔اس دین کے لیے میں کفار اور ہندوؤں سے جنگ کے لیے تیار رہا۔اگرچہ میں نے شہید ہونے کا عزم کیا تھا لیکن خدا کا شکر ہے میں غازی بن گیا۔)(26)

بیانہ (جو آگرہ اور فتح پور سیکری کے مغرب میں راجستھان کی سرحد پر ایک اہم فوجی مقام ہے) کے میر کو نصیحت کی:(27)

باترک ستیزہ مکن اے میر بیانہ

چالاکی و مردانگی ترک عیان است

گر زود نیائی و نصیحت نہ کنی گوش

آن جا کہ عیاں است چہ حاجت بہ بیانست



www.maktabah.org

(نہ جھگڑ ترک سے اے میر بیانہ۔ چالاکی و مردانگیِ ترک ہے عیاں، تو اگر نہ آیا اور نصیحت نہ سنی۔ جو عیاں ہے اس کے بیاں کی حاجت نہیں۔)

چندیری کی فتح پر:(28)

بود چندے مقام چندیری
پرزکفار دار حربی ضرب
فتح کردم بحرب قلعہ او
گشت تاریخ ''فتح دارالحرب''

934ھ

(کچھ عرصے کے لیے چندیری مقام تھا، جنگجو کفار سے بھرا۔ میں نے جنگ کر کے اس کا قلعہ فتح کر لیا۔ اس کی تاریخ ہوئی، ''فتح دارالحرب'' (934ھ)

ہمایوں کو پہلے بیٹے الامان کی پیدائش پر خط میں مبارکباد دی:(29)

شکر بیر میش سنکا حق فرزندی
سنکا فرزند و سنکا دلبندی

(شکر خدا کا اس نے تجھے فرزند سے نوازا۔ تیرے لیے وہ فرزند، میرے لیے دلبند۔)

حتیٰ کہ جنگ خانوہ (1530ء) سے پہلے اپنے سپاہیوں کو جنگ پر ابھارنے کے لیے جو تقریر کی، اس کی ابتدا بھی ملی جلی فارسی و ترکی اشعار سے کی:(30)

ہر کہ آمد بہ جہان اہل فنا خواہد بود
آنکہ پایندہ و باقیست خدا خواہد بود



www.maktabah.org

ہر کیم کہ حیات مجلسی غہ کیریب تور
واقبت اجل پیانہ سیدین ایچکور سیدور
دہر کیشی کیم تریکیک منزلیغہ کیلیب تور
آخر دنیا غم خانہ سیدین کیچکو سید دور

(جو کوئی اس دنیا میں آیا، اس کا شمار اہلِ فنا میں ہے۔ جو لافانی ہے، وہ خدا ہے، وہی باقی رہے گا۔ جو شخص اس مجلسِ حیات میں وارد ہوا ہے اسے پیانۂ اجل نوش کرنا ہے۔ جس کسی نے منزل میں قدم رکھا ہے، اسے غم خانۂ ہستی سے چلا جانا ہے۔)

بہ نام نکو گر بمیرم رواست
مرانام باید کہ تن مرگ راست

(اگر میں نیک نامی سے مرجاؤں تو یہ میرے لیے روا ہے۔ مجھے تو نیک نامی چاہیے کیونکہ موت جسم کو آتی ہے۔)

اس تقریر نے سپاہیوں کو لڑنے پر اس طرح ابھارا کہ انھوں نے اپنی تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھ کر اور قرآن شریف کو ہاتھوں میں لے کر قسمیں کھائیں کہ وہ میدان سے نہیں ہٹیں گے۔ بابر کے یہ جملے بطور مہمیز ثابت ہوئے کہ ہم نے بڑی قربانی اور خون دے کر یہ ملک حاصل کیا اور ہم یہاں سے بھاگیں بھی تو اپنے ملک نہ پہنچ پائیں گے، لہٰذا کتوں کی طرح مرنے سے بہتر ہے کہ شیروں کی طرح لڑ کر مرجائیں۔ شراب سے توبہ کر لی گئی۔ بادشاہ کے ساتھ 300 دیگر افراد نے بھی توبہ کی۔ سپاہیوں کا جذبۂ سرفروشی اس طرح کام آیا کہ بابر کی محض 50 ہزار کے لگ بھگ فوج، دس گھنٹے کی دست بدست جنگ کے بعد 3 لاکھ سے زیادہ سپاہیوں پر مشتمل دشمن کی فوج پر حاوی آگئی، نجومیوں



www.maktabah.org

کی پیش گوئیاں اور مخالف ستاروں کی چالیں بے اثر ہو کر رہ گئیں اور بابر کی فوج کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔

ان فتوحات کے ساتھ بابر، جو پہلے محض ایک مہم جُو نظر آتا ہے، بادشاہت کی ذمہ داریوں کو بھی اچھی طرح سمجھنے لگا۔ 935ء میں ہندوکش و سرحد کے معاملات پر ہمایوں کو خط میں نصیحت کے طور پر لکھتا ہے (30-a):

خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تم اپنی جان کی بازی لگا دو اور تلوار کے جوہر دکھاؤ اور قسمت آزمائی کا جو موقع ہاتھ آیا ہے اسے ہرگز جانے نہ دو:

جہانگیری توقف بر نیابد
جہان آن را بود کو باشتابد

(جہانگیری کو لیت ولعل کی برداشت نہیں۔ یہ دنیا اسی کی ہے جو دوڑ کر اسے پکڑ لے۔)

همه هر چیز زروئ کدخدائی
سکون می یابد اِلّا پادشاہی

(شادی کے بعد اگرچہ ہر چیز سکون پذیر ہو جاتی ہے مگر بادشاہی اس سے مستثنیٰ ہے۔)

اگر پای بندی رضا پیش گیر
وگر یک سواری سر خویش گیر

(اگر تمہارے پاؤں بندھے ہوئے ہوں تو خاموش بیٹھو۔ اگر تم اکیلے سوار ہو تو جدھر چاہے جاؤ۔) (چونکہ فرمانروائی سے بڑھ کر



www.maktabah.org

کوئی قید نہیں، اسی لیے فرمانروائی اور خلوت نشینی میں کوئی میل نہیں۔)

بابر نے اپنی عمر کے ابتدائی 22 برس میں شراب اور منہیات سے پرہیز رکھا لیکن ہرات میں تیموری شاہزادوں کی عیاشانہ زندگی نے ایسے سادہ لوح نوجوان کو متاثر کر دیا جو بھنی ہوئی مرغابی کے ٹکڑے کرنے پر بھی قادر نہیں تھا۔ لین پول کا خیال ہے کہ بابر نے ہرات میں ہی شراب نوشی شروع کر دی تھی۔ یہ درست ہے کہ اسے وہیں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ بابر نامہ میں بابر نے یہ جملہ نقل کیا ہے:

من سمرقند اوّل ایچکاندا بخارا چاغیر لارنی ایچارایدیم (30-b)

(میں نے جب پہلی بار سمرقند میں شراب نوشی کی تو بخارا کی شراب سے۔)

مگر انگریزی ترجمہ میں مسز بیورج نے ص 355 حاشیہ نمبر میں درج کیا ہے کہ ان کے مطابق بابر نے کابل پر قبضہ کرنے کے بعد منشیات کے خلاف قانون شکنی کی (بابر نامہ، انگریزی ترجمہ، جلد اوّل، ص 355 حاشیہ نمبر 2)۔ کابل پر قبضہ 1504ء، ہرات کا سفر 1507ء میں اور 1511ء میں وہ شراب نوشی کا مرتکب ہو چکا تھا، یعنی 11-1507ء کے درمیانی عرصے میں یہ عادت پڑی اور 25 سال جاری رہی۔

پھر جو دور شروع ہوا اس میں حادثات اور پریشانیوں کے غم کو بھلانے کے لیے بابر نے غالباً جذباتی ردِعمل کے طور پر ''عیش کوشی'' کا مظاہرہ شدت سے کیا اور شراب اور بعد میں دیگر منشیات کا آخری 22 برسوں میں استعمال اتنا زیادہ کیا کہ اس کی وہ غیر معمولی جسمانی طاقت کمزور پڑ گئی جس کے بل پر وہ یہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ وہ دو انسانوں کو اپنی بغل میں لے کر فصیل پر اس طرح دوڑ



www.maktabah.org

سکتا ہے کہ وہ اس کی گرفت سے آزاد نہیں ہو سکتے۔اس کا یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ برف زدہ چشمے میں غسل کر سکتا ہے اور گھوڑے کی سواری 80 میل تک مسلسل کر سکتا ہے۔نتیجۃً وہ صرف 47 سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ خانوہ کی جنگ سے قبل شراب سے اس کا توبہ کرنا محض دکھاوا نہیں تھا۔انتہائی بادہ خوری اور منشیات کے استعمال کے باعث اس کی ابتدائی زندگی والا پاک بازی کا جذبہ دب تو گیا لیکن اس کے ضمیر نے توبہ کی خواہش کو ہمیشہ زندہ رکھا،جس کا اظہار 933ھ میں ملتا ہے۔اس نے توبہ کے اظہار کے لیے 19 اشعار بھی کہے[31]،لیکن بادہ کی طلب پریشان کن تھی جیسا کہ بابر کے چند اشعار میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ے

تا ترک مناہی و شراب ایتمیش مین
نفسیم غہ خدائی اوچون عذاب ایتمیش مین
توبہ ایشیکی ہنوز آچوق ایردی
بو توبہ دا بیرنیمہ شتاب ایتمیش مین

(میں نے شراب اور دیگر ممنوع اشیاء ترک کر کے خود کو اللہ کے واسطے عذاب میں مبتلا کیا۔توبہ کا دروازہ ابھی تک کھلا ہے۔میں نے توبہ کرنے میں جلد بازی سے کام لیا۔)[31-a]

لیکن دوسری منشیات (غالباً معجون، بھنگ، چرس اور افیون کے مرکب) کو ترک نہیں کیا۔شراب کی ہڑک اور طلب بھی باقی رہی۔بابر نے اپنی اس تکلیف کا اظہار بھی کیا ہے۔اس نے خواجہ کلان کو خط لکھا،اس میں بھی تذکرہ کیا ہے[32] اور اشعار بھی کہے ہیں، مثلاً ترکِ بادہ پر اشعار اور ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:



www.maktabah.org

می ترکینی قیلغالی پریشان دور مین
بیلمان تیلور ایشمینی و حیران دور مین
ایل بارچہ پشیمان بولورو توبہ قیلور
مین توبہ قیلیب مین و پشیماند ورمین

ترجمہ:

ترک مے کر کے ہوا ہوں پریشاں بہت
کیا کروں ہوتا ہوں اس بات سے حیراں بہت
لوگ ہوتے ہیں پریشاں تو کرتے ہیں توبہ
توبہ کرنے پر ہوں میں پریشان بہت

اس بے قراری، طلب اور ہڑک کا اس نے مستقل مزاجی سے مقابلہ کیا اور جب اس نے 'رسالۂ والدیہ' کا ترجمہ کیا تو بقول اس کے، اس کی برکت سے بادہ خواری کی طلب ختم ہوگئی۔ (33) اسی طرح برِ صغیر کی سخت گرمی کی بھی اسے عادت ہوگئی۔

بابر کی شاعری کا دور تین دہائیوں پر مشتمل ہے۔ ابتدا ایک نو آموز لیکن موزونیِ طبع کے ساتھ شروع ہوئی جس کے آغاز میں اسے فنّی صلاحیتوں پر عبور نہ تھا۔ اس کے باوجود بابر نے اپنے بڑے ماموں سے اصلاح چاہی لیکن ماموں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ اس کے سوا کہیں بھی ہمیں بابر کے کسی سے اصلاح لینے کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن اس کی شاعری کی فنّی تکمیل ہوتی رہی، یہاں تک کہ بابر نے فنِ عروض پر ایک رسالہ بھی مرتب کیا اور یہ کمال حاصل کیا کہ ایک شعر کی تقطیع 504 اوزان میں کی ہے جسے قمر رئیس نے 16 فٹ طویل شعر کہا ہے۔ (34) شعر ملاحظہ ہو:



www.maktabah.org

کوز و قاش و سوز و تیلی نی مودی
قد و خد و ساچ بیلی نی مودی

(مجھے یہ بتاؤ کہ یہ اس کی آنکھیں ہیں، ابرو ہے، اس کا دہن ہے یا زبان۔ یہ اس کا قامت ہے، اس کے رخسار ہیں، اس کی زلفیں ہیں یا کمر۔)

فنِ عروض پر رسالہ لکھنے کے لیے اسے اس فن کی کتابوں کا مطالعہ بھی کرنا پڑا ہوگا، جن کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ جس طرح وہ جدید وقدیم شعراء کے اشعار استعمال کرتا ہے یا ان پہ ناقدانہ نگاہ ڈالتا ہے، اس سے شعروادب سے اس کے لگاؤ، نیز اس کی حاکمانہ اور حربی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس کے مطالعے کی وسعت پر تعجب ہوتا ہے۔

بابر نے 'خطِ بابری' کے نام سے ایک خط بھی ایجاد کیا اور اس میں کلام پاک تحریر کر کے 1501ء میں مکہ معظّمہ بھیجا۔ اس کا ایک نسخہ حال ہی میں مشہد کی محمد رضا لائبریری میں دستیاب ہوا ہے۔ (35)

بابر نظم اور نثر دونوں میں اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔ وہ انسانی، فطری اور تاریخی حقائق کے ساتھ ساتھ، رومانی حُسن پرستی اور ذاتی تاثرات بھی بیان کرتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی سچائی یا واقعہ کو حسین فطری جلوہ کے وسیع تناظر میں دیکھتا ہے اور فنکارانہ جمالیاتی انبساط اور آسودگی حاصل کرتا ہے۔ اس کا شاعرانہ ذہن حسین سے حسین نظارے سے بھی متاثر ہوتا ہے اور مشکل سے مشکل وقت میں بھی کام کرتا ہے، جو عین جنگ کے دوران میں بھی اس سے شعر کہلواتا ہے۔ بقول شخصے، اس کی غزلوں میں اپنے زمانے سے برگشتگی اور مقدر کی ستم ظریفی کے خلاف تلخیِ فکر کی جھلک ملتی ہے۔ یہ برہمی اور کسک اجتماعی خاصیت کی حامی ہے اور اس عہد کی مخصوص سماجی حقیقتوں کے خلاف محتاط



www.maktabah.org

ناقدانہ رویہ اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہے۔اس کا بڑا حصہ آپ بیتی پر مشتمل ہے جو اس کی شاعری میں جگ بیتی کا انداز اختیار کرتی نظر آتی ہے۔

اگرچہ بابر کا غنائی ورثہ زیادہ نہیں لیکن نفسِ مضمون کے اور ادبی لحاظ سے، نیز فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے وہ مکمل اور خوب صورت ہے۔ مزید یہ کہ اس کا ہر شعر کسی تاریخی حقیقت سے منسلک ہوتا ہے خواہ وہ شخصی ہو یا اجتماعی، جسے وہ کمال سچائی سے ادا کرتا ہے اور استعمال بھی کرتا ہے۔ وہ نثر و نظم اور خطابت میں اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔

اسے ایک ماہر زبان داں (Linguist) بھی کہا جا سکتا ہے۔ فارسی اور ترکی میں اس کی مہارت میں کوئی کلام نہیں لیکن جس طرح ایک غیر ملکی بادشاہ ہونے کے باوجود اس نے بے شمار مقامی ہندوستانی الفاظ استعمال کیے اور انھیں اپنے اشعار میں شامل کیا، وہ انتہائی قابلِ تعریف ہے۔ ڈاکٹر انصار الدین نے تزکِ بابری کے مطالعہ میں ایسے 412 الفاظ کی نشاندہی کی ہے جو یقیناً 1526-1544ء کے درمیان شامل کیے گئے ہوں گے۔ اس کی ایک خوب صورت مثال ایک ایسے شعر میں ملتی ہے جس میں ''ترکی اور اردو کا نادر اشتراک نظر آتا ہے''۔ اس میں تقریباً ڈیڑھ مصرعہ اردو یا ہندی کا ہے اور صرف نصف چغتائی ترکی ہے۔ (36)

مج کا نہ ہوا کج ہوسِ مانک و موتی
فقر اہلی غہ بس بولغوسی دور پانی و روتی

(مجھ کو جواہر و موتی کی کوئی خواہش نہیں، فقیر کے لیے پانی اور روٹی بس (کافی) ہے)

لیکن یہ محض شاعرانہ انداز، غلو یا اظہارِ خیال نہیں ہے۔ بابر نے دولت



www.maktabah.org

کے انبار اپنی ابتدائی زندگی میں کم ہی دیکھے تھے۔جب اس نے شاہ بیگ اور مقیم ارغون سے قندھار چھین لیا تو جمع شدہ چاندی کے سکّوں کو دیکھ کر اسے تعجب ہوا کیونکہ اس نے اتنے سارے سکّے ایک جگہ کبھی نہیں دیکھے تھے اور وہ بھی اس صورت میں کہ قندھار کوئی بڑا زرخیز علاقہ نہیں تھا اور ارغون سرداروں کے پاس باقی اور علاقے یعنی قلات، تورنوک، سبحہ وشال (موجودہ کوئٹہ) بھی اسی نوعیت کے علاقے تھے۔بابر کی سیر چشمی کا عالم یہ تھا کہ جب چاندی کے ان سکّوں سے بھرے ہوئے اونٹوں پر جہانگیر مرزا نے قبضہ کر لیا تو بابر مسکرا کر چپ ہو گیا۔اسی طرح جب آگرہ پر قبضہ ہوا اور لودیوں کا جمع کردہ خزانہ ہاتھ آیا تو وہ بھی بڑی حد تک تقسیم کر دیا اور کابل بھی بھجوایا۔کہتے ہیں کہ کابل میں بھی عوام میں رقم تقسیم ہوئی۔کہنے کو تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ فیاضی کابل اور دیگر علاقوں کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے تھی لیکن یہ شاہانہ فیاضی ہی تھی جس کی وجہ سے اس کے سپاہی اس کو درویش شاہ کہتے تھے اور یہ لقب اس کی ذات کے لیے موزوں تھا؛

مج کا نہ ہوا کج ہوسِ مانک و موتی
فقر اہلی غہ بس بولغوسی دور پانی و روتی

حواشی:

1۔ سید خاندان کی تباہی کے بعد ملتان میں کوئی حاکم نہیں رہا تھا۔مقامی آبادی نے نظم وضبط کو قائم رکھنے کے لیے شیخ بہاء الدین زکریا کے خانوادہ سے شیخ یوسف کو حاکم بنا لیا۔حوائی ملتان میں آباد لنگاہ قبائل کے سردار نے ان سے اپنی بیٹی کا رشتہ بھی کر دیا، لیکن بعد میں چالاکی سے ملتان کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔شیخ یوسف جان بچا کر بہلول لودی کے پاس دہلی چلے گئے۔ملاحظہ ہو محمد قاسم فرشتہ، اردو



www.maktabah.org

ترجمہ جلد دوم، نولکشور، ص 489-487

2۔ ملاحظہ ہو وقائع بابری، اردو ترجمہ بابرنامہ فارسی نسخہ، عبدالرحیم خانخان، کراچی 2007ء، ص: 97 تا 104۔

3۔ محمود غزنوی اور مسعود غزنوی کی علمی سرپرستی کے لیے دیکھیں، حکیم سعید، انصار زاہد، ابوریحان البیرونی، لائف ٹائم اینڈ ورک، 1980ء، کراچی۔ مزید ملاحظہ ہو، انصار زاہد، ''محمود غزنوی و البیرونی، اے ری اپریزل'' ہسٹاریکس، 2006ء شمارہ 4۔

4۔ تفصیلات کے لیے دیکھیں مسز این بیورتج، بابرنامہ، انگریزی، کراچی، 1959ء، جلد اوّل؛ وقائع بابری، ص ص، 13 تا 90۔

5۔ وقائع بابری، ص: 46۔

6۔ ایضاً، ص: 60۔

7۔ ایضاً، ص: 6۔ مزید ملاحظہ ہو، قمر رئیس، ظہیرالدین محمد بابر، شخص، شخصیت اور شاعری (دہلی، 2000ء، کراچی 2001ء)، ص: 19۔ قمر رئیس نے بابر کے اس شعر کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ غالباً انھوں نے صرف ترکی دیوان دیکھا تھا جس کی مرتب شدہ اشاعتوں میں فارسی اشعار نہیں دیے گئے ہیں۔

8۔ صالح سے ملاقات خواجہ یحیٰی کے ساتھ ہوئی تھی جو خواجہ عبداللہ احرارؒ کے چھوٹے فرزند اور سیاسی طور پر سرگرم تھے۔ صالح بعد میں شیبانی خان کے ساتھ منسلک ہوگیا اور شیبانی نامہ نظم کیا۔ شعر کے لیے دیکھیں، وقائع، ص: 61، مزید ص: 153، نوٹ: 56۔

9۔ ایضاً، ص: 69۔

10۔ ایضاً، ص: 78۔

11۔ ایضاً، ص: 79۔

12۔ اس سے ملتی جلتی غزل کا ترجمہ قمر رئیس نے بھی کیا ہے، ص: 80،

آسماں نے جو کیا جور و وفا کیسے کہوں
دل پہ ٹوٹا کس طرح سیلِ بلا کیسے کہوں

13۔ وقائع، ص: 96۔

14۔ ایضاً، ص: 97۔

15۔ ایضاً، ص ص: 103 تا 104۔

16۔ ایضاً، ص: 124۔

17۔ ایضاً، ص: 165۔



www.maktabah.org

a-17۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر عبدالسلام کا مقالہ

The Poetry of Emperor Babur as a Mirror of Events in His Life and Times, *Historicus,* No.4, 2003, pp. 26-27

18۔ ایضاً، ص: 168۔

19۔ ایضاً، ص: 174۔

20۔ ایضاً۔

21۔ ایضاً، ص: 192۔ خواجہ کلاں بعد میں ہندوستان کی گرمی سے گھبرا کر واپس کابل چلا گیا۔ اس پر بھی بابر نے تکلیف کا اظہار کیا۔

22۔ پولاد سلطان بابر کی سوتیلی بہن مہر بانو کا بیٹا تھا۔ مہر بانو، ناصر مرزا کی سگی بہن تھی اور بابر سے عمر میں دو سال چھوٹی تھی۔ یہ عمر شیخ مرزا کی حرم آغا سلطان کی اولاد تھیں۔ شیبانی خان کے عروج سے تیموری اتنے پریشان و منتشر ہوئے تھے کہ ان کے خاندان کی عورتیں ازبک سرداروں کے ہاتھ لگ گئیں۔ سمرقند سے بھاگنے پر بابر کی سگی بڑی بہن خانزادہ بیگم، شیبانی خان کے ہاتھ لگیں۔ اس نے ان سے نکاح کر لیا۔ جب شیبانی خان مارا گیا تو شاہ اسمٰعیل نے خانزادہ بیگم کو احترام کے ساتھ بابر کے پاس بھیج دیا۔ ناصر مرزا کی چھوٹی بہن یادگار سلطان، بیگم حمزہ سلطان کے لڑکے عبداللطیف کی منظورِ نظر ہوئیں۔ جس وقت بابر نے حمزہ سلطان وغیرہم کو حصار میں شکست دی تو یادگار سلطان بیگم بابر کے پاس آ گئیں۔ مہر بانو اُسی دورِ آزمائش میں ازبک سلطان کے ہاتھ لگیں اور اس سے ان کی شادی ہو گئی۔ پولاد سلطان اس طرح بابر کا بھانجا تھا۔ ملاحظہ ہو وقائع، ص ص: 210,7۔ دیگر تیموری بیگمات کے لیے دیکھیں میرک محمد، نصرت نامہ ترخان، فارسی، ترتیب و تنقیح: انصار زاہد خان، کراچی، 2000، ص 182، حاشیہ نمبر 153۔

بابر کا مکمل دیوان جس کا ایک نسخہ رضا لائبریری میں محفوظ ہے، اس کے ترقیمہ کے مطابق دیوان ہند دوشنبہ کے دن 15 ربیع الاوّل 535ھ /28 دسمبر 1528ھ کو ختم کیا گیا۔ اس میں 535ھ غالباً کتابت کی غلطی سے 935ھ کی جگہ تحریر ہو گیا۔ 535ھ کے مطابق سنہ عیسوی تو 12 ویں صدی بنتا ہے۔ ڈینیسن راس (Dennison Ross) نے 1910ء میں اسے ایشیاٹک سوسائٹی کے تحت شائع کیا۔ بعد میں یہی نسخہ پروفیسر صباحت عظیم نے اپنے مقدمہ کے ساتھ تاشقند سے شائع کیا۔ سعید بیگ حسنود نے بابر کا کلام مرتب کر کے 1982ء میں شائع کیا۔ بحوالہ قمر رئیس، ص ص: 55-60,56۔

a-22۔ ملاحظہ ہو، بیورج، بابر نامہ، ص ص 632-631 اور 642۔

23۔ قمر رئیس، ص: 62۔ مزید ملاحظہ ہو، عبدالسلام، ہسٹاریکس، جلد 51، نمبر 4، 2003، صفحہ 29۔



www.maktabah.org

24۔ ایضاً، ص: 297۔

25۔ سالِ گزشتہ (934ھ) میں اور اس سے پہلے بھی یہ عارضہ ہوا تھا۔ جب بھی وہ تیس چالیس روز بیماری میں مبتلا رہا۔

بابر کے امراض کے طبی تجزیہ کے لیے ملاحظہ کریں، ''بابر کے امراض کا تجزیہ'' ضمیمہ ڈاکٹر حسن بیگ، ایڈیٹر وقائع بابری، جو خود میڈیکل ڈاکٹر اور ای این ٹی اسپیشلسٹ ہیں۔

903ھ /1497ء میں پندرہ سال کی عمر میں غالباً اسے ٹائیفائڈ ہوا تھا جو بیس پچیس دن رہا۔ دوبارہ عود کر آیا۔ چار پانچ دن بات کرنا بھی اس کے لیے ممکن نہ رہا۔ 904ھ /1498ء میں پھر اس بخار کا حملہ ہوا۔

911ھ /1505-6ء میں 23 سال کی عمر میں پھر بخار ہوا (جسے حسن بیگ نے انفلوائنزا قرار دیا ہے۔ بخار میں غنودگی طاری رہی۔)

923ھ /1517ء میں پھر 35 سال کی عمر میں قندہار کی مہم چھوڑنی پڑی۔

925ھ /1519ء میں مسلسل بخار رہا۔ بار بار فصد کھولنی پڑی۔ ٹھنڈے پسینے آرہے تھے جو غالباً ٹی بی کی علامت ہے۔ پھر بارہ دن بخار رہا۔

932ھ /1526ء بیگرام میں بخار، کھانسی اور اس کے ساتھ خون آنے کی شکایت رہی لیکن طبیعت سنبھل گئی، تاہم (ٹی بی کی وجہ سے) کمزوری ہوگئی۔

26۔ وقائع، ص: 291۔

27۔ ایضاً، ص: 267۔

28۔ ایضاً، ص: 300۔

29۔ ایضاً، ص: 311۔

30۔ ایضاً، ص ص: 282-283۔

30-a۔ وقائع، ص: 312

30-b۔ ملاحظہ ہو، ڈاکٹر عبدالسلام کا مقالہ، ہسٹاریکس، شمارہ 4، 2003، ص: 31۔

31۔ وقائع، ص: 280۔ پہلا شخص جس نے توبہ کرنے میں بادشاہ سے اتفاق کیا وہ عسس تھا۔ اس نے اس امر سے بھی اتفاق کیا کہ ڈاڑھی چھوڑی جائے اور خط نہ بنایا جائے۔ دیگر 300 افراد نے بھی توبہ کی۔ صراحیاں اور سونے چاندی کا سامان توڑ کر ضرورت مندوں اور دوستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ شراب میں نمک چھڑک کر سرکہ بنا دیا گیا۔ جہاں شراب بہائی گئی وہاں بطور یادگار باؤلی بنادی گئی۔ لیکن معجون (غالباً افیون اور چرس) کا استعمال 934ھ میں بخار اترنے کے بعد بھی جاری رہا۔ دیکھیں وقائع، ص ص: 297,305,308,314,328۔



www.maktabah.org

a-31۔ ملاحظہ ہو، ڈاکٹر عبدالسلام کا مقالہ، ہسٹاریکس، شمارہ 4، 2003، ص: 34۔

32۔ وقائع، ص: 322۔

33۔ وقائع، ص: 322، برائے اردو ترجمہ دیکھیں، قمر رئیس، ص: 41۔

34۔ ایضاً، ص: 296، مزید ملاحظہ ہو، قمر رئیس، ص: 58۔

35۔ ڈاکٹر انصارالدین کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ، ص: 2 بحوالہ قمر رئیس، ص؛ 55۔

36۔ بحوالہ قمر رئیس، ص: 56۔ ''اس شعر میں تقریباً ڈیڑھ مصرعہ تو اردو میں اور نصف کے قریب چغتائی ترکی میں ہے۔



www.maktabah.org

# انتخابِ فارسی کلامِ بابر

خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے علاوہ بھی، بابر دیگر درویشوں کا احترام کرتا تھا۔ جب اس نے قندھار کا مضافاتی قریہ، ماشور، شیخ ابوسعید پورانیؒ (ف :923ھ/1517ء) کو بطور سیورغال (مدد معاش) عطا کرنے کا فرمان جاری کیا، تو اس میں مندرجہ ذیل رباعی درج کی۔ شیخ ابوسعیدؒ، شیبانی خان کے ظلم کے باعث ہجرت کر کے پوران نزد ہرات سے قندھار آ گئے تھے اور شاہ بیگ ارغون نے انہیں قندھار کا شیخ الاسلام مقرر کیا تھا۔ ملاحظہ ہو "نصرت نامۂ ترخان" از میر محمد پورانی، تنقیح و حواشی، انصار زاہد خان، انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز جامعہ کراچی، 2000ء، صفحہ 40۔

درویشان را گرچہ نہ از خویشانیم<br>
لیک از دل و جان معتقدِ ایشانیم<br>
دور است مگوی شاہی و درویشی<br>
شاہیم ولے بندۂ درویشانیم



www.maktabah.org

# متفرق اشعار

خراباتی و رند و می پرستم
بعالم ہرچہ میگویند ہستم

☆

لالہ را داغ از آندم کہ بدل حاصل بود
داغ عشق تو مرا لالہ صفت بر دل بود

عمر من رفت و مرا فرقت او ساخت ہلاک
چکنم عمر من دل شدہ مستعجل بود

بابر از عقل فرومایہ چہ تشویش کشید
ای خوش آن دم کہ زمی بیخود و لایعقل بود

☆

تا بہ زلف سیہ اش دل بستم
از پریشانی عالم رستم

☆



www.maktabah.org

تا چند در فراق تو سوزیم ہمچو عود
چون بوی درد ہیچ نداری ازین چہ سود

☆

ہلاک می کندم فرقت تو دانستم
وگرنہ رفتن ازین شہر می توانستم

☆

زجور دور زمان چند پیچ و تاب خوریم
کجاست یک دو حریفی شراب ناب خوریم

☆

ہر دم از شوق تو ام میشود افزون گریہ
میکنم در ہوس لعل بست خون گریہ

☆

ہمہ درپیش تو مقبول و مرا رد کردی
بابدان نیک شدی و دل من بد کردی

☆

چون یار بیوفایم ہر دم بہ عمر و زیدست
کردیم ترک عشقش عاشق شدن چہ قیدست

☆



www.maktabah.org

ہستیم خوار و زار و اسیر و غریب ہم
دور از دیار و یار و بہ محنت قریب ہم

☆

خالے کہ ماندۂ برج لالہ گون خویش
بر جان بیدلان توان داغ حسرتست

☆

گر ریخت یار خون تو زنہار دم مزن
خوش باش بابرا کہ ہمین دم غنیمت است



www.maktabah.org

# رسالۂ والدیہ

منظوم ترکی ترجمہ

## ظہیر الدین محمد بابر

(1528ء) آگرہ

اردو ترجمہ

## ڈاکٹر محمد عبدالسلام

تصحیح و اضافہ:

## پروفیسر ڈاکٹر محمد صابر

تقابل و تصحیح:

## ڈاکٹر انصار زاہد خان

www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ترکی متن

1- حق تعالیٰ غہ دین حمد و سپاس
کہنی غہ پیتماس آنینگ وہم و قیاس

2- خالق و قاہر و سبحان و عظیم
رازق و قادر و رحمٰن و رحیم

3- اوّلیٰ دور کہ بدایت آنگا یوق
آخری دور کہ نہایت آنگا یوق

4- یوقتورور ہیچ شریکی ایشیگا
اوخشاماس ہیچ نیمہ گا ہیچ کیشیگا

5- احتیاجی کیشیگا یوقتور آنینگ
یار و یاور ایشیگا یوقتور آنینگ

6- آرتمایدور ہم بولمایدور کم
بار ایدی بار دورور بولغوسی ہم

7- تیل آنینگ حمدیدا قاصر دور بیل
بیل آنینگ حمدیدا قاصر دور تیل



www.maktabah.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## اردو ترجمہ

1- حمد و سپاس حق تعالیٰ کے لیے ہے جس کی کنہ (ماہیت) کو وہم و قیاس نہیں پہنچتا۔

2- وہ خالق قاہر و سبحان و عظیم، رازق قادر رحمٰن اور رحیم ہے۔

3- وہ اول ہے (مگر اس کی) ابتدا نہیں وہ آخر ہے جس کی انتہا نہیں۔

4- اس کے کاموں میں اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ کسی شے یا کسی اور ہستی سے مشابہت نہیں رکھتا۔

5- اسے کسی اور کی احتیاج نہیں اور وہ اپنے کاموں میں کوئی یاور اور مددگار نہیں رکھتا۔

6- وہ بڑھتا اور گھٹتا نہیں وہ (ہمیشہ سے) تھا اور وہ (ہمیشہ) رہے گا۔

7- زبان اس کی حمد و ثنا سے قاصر ہے جان لو پھر جان لو کہ زبان اس کی حمد و ثنا سے قاصر ہے۔ ☆

---

☆ اس شعر میں صنعت معکوس دکھائی گئی ہے۔

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن : اس مثنوی کے اشعار کے اوزان ہیں۔ (ایڈیٹر)



www.maktabah.org

## حضرت رسول نینگ نعتی صلی اللہ علیہ وسلم

8- یا حبیب عربی قرشی
غم و دردینگ منگا شادی و خوشی

9- چرخ نینگ گردشی میلینگ بیرلہ
باری خلق اولدی طغیلینگ بیرلہ

10- انبیا خیلی غہ سرور سین سین
جملہ خلق قہ رہبر سین سین

11- مین لبسے کاہل و یول اسرو ییراق
عمر کوپ قیسقہ ویول اوزون راق

12- مین گمراہ قہ کورسات بیر یول
مینی مقصودغہ یتکورگای اول

13- قویمہ بابرنی بو حرمان بیرلہ
چارہ قیل دردیغہ درمان بیرلہ



www.maktabah.org

## نعت حضرت رسول ﷺ

8- یا حبیب عربی قرشی (آپ کے عشق کے طفیل) درد و غم (بھی)

9- آسمان کی گردش آپ ہی کے لیے ہے اور ساری مخلوق آپ کے طفیل خلق کی گئی۔

10- خیل انبیا کے سردار اور تمام خلق کے رہبر آپ ہی ہیں۔

11- میں کاہل (یعنی کمزور) ہوں اور منزل بہت دور ہے عمر بہت مختصر اور راستہ بہت ہی طویل ہے۔

12- مجھ گمراہ کو (ایسا) راستہ دکھایئے جو منزل مقصود تک پہنچا دے۔

13- بابر کو مایوسی (اور پریشانی) میں نہ چھوڑیے اس کے درد کا درمان سے چارہ کیجیے۔



www.maktabah.org

## رسالہ نظمی نینگ سببی

14- حضرت خواجہ عبید اللہ دین
ایشیت اول سرّ خدا آگہ دین

15- خواجہ لار خواجہ سی اول خواجہ عبید
خادم و چاکری شبلی و جنید

16- حالت و مرتبہ سی ظاہر دور
وصف و تعریفی دا تیل قاصر دور

17- آتاسی قیلغان اوچون تکلیفی
قیلدی آنینگ آتیغہ تألیفی

18- طالب ایل تیلیگا مذکور دورور
والدیّہ بیلہ مشہور دورور

19- ہر سوز اندا کہ آنگا مین ییتسام
ییتّی کونگلوم گا آنی نظم اتیسام

20- تا کہ بولغای منگا ہشیار لیغی
اویقولوق کونگلومہ بیدار لیغی

21- ینہ بو نظم اوقوسا ہر طالب
کونگلی نینگ رغبتی بولغای غالب



www.maktabah.org

## رسالہ نظم کرنے کا سبب

14- اب اس سِرّ خدا آگاہ خواجہ عبید اللہ کا (فرمودہ) سنو -

15- اس خواجۂ خواجگان خواجہ عبید اللہ کا (فرمودہ) جس کے شبلی اور جنید (گویا) خادم و چاکر تھے-

16- ان کا (بلند) مقام اور مرتبہ ظاہر ہے اور (میری) زبان ان کے وصف و تعریف سے قاصر ہے-

17- چوں کہ آپ کے والد نے اس (رسالہ) کو لکھنے کی تجویز دی تھی آپ نے ان (اپنے والد کے) نام پر تالیف کیا-

18- یہ رسالہ طالبان علم کی زبانوں پر مذکور ہے اور رسالۂ والدیہ کے نام سے مشہور ہے-

19- اس میں سے ہر وہ بات جو میں نے سمجھی ہے اور میرے دل میں اتری ہے میں اسے نظم کر رہا ہوں-

20- تا کہ مجھے اس سے ہوشیاری یعنی روشنی حاصل ہو اور میرا خفتہ دل بیدار ہو جائے۔

21- نیز ہر طالب حق جو اس نظم کو پڑھے گا اس کے دل میں (طلب علم حقیقت) کی رغبت اور زیادہ ہو جائے گی-



www.maktabah.org

22- رغبت ایلاب آنگا فیضی یتیسہ
تیرہ لیک کونگلی دین آنینگ کیتسہ

23- فیضی دین منگا یتیشگای اثری
بیخبر کونگلوما بولغای خبری

24- ینہ اوقو غوچی لارغہ اول آن
ضبط قیلماققہ ایدی نظم آسان

25- بو دیگان لار منگا بولدی تقریب
مونی نظم ایتیم و بیردیم ترتیب

26- باقماغیل سوزلاگوچی نینگ اوزیگا
اوزینی قوی نظر ایتگیل سوزیگا

27- سوزمینینگ ایرماس آلارنینگ دور بیل
بیلگا سین مینی مترجم حاصل

رسالہ شروع

28- خواجۂ محرمِ اسرارِ الٰہ
دیدی اول مونی کیم قال اللہ

و ما خلقت الجنّ و الا نس الاّ لیعبدون

29- ظاہر و باطنینگ اعمالیغہ بیل
بو عبادت متنآول دور قیل



www.maktabah.org

22- اس رغبت سے اسے فیض ہوگا اور اس کے دل سے تاریکی دور ہو جائے گی۔

23- اس فیض رسانی کا اثر (صلہ) مجھے بھی پہنچے گا اور میرے بے خبر دل کو خبر ہو جائے گی (یعنی نور علم) حاصل ہوگا۔☆

24- نیز پڑھنے والوں کے لیے (نثر کی نسبت) نظم کا یاد کرنا آسان ہوگا۔

25- جو باتیں میں نے اوپر بیان کی ہیں وہی اس کو نظم کرنے اور ترتیب دینے کا باعث ہوئیں۔

26- (مثل ہے کہ) بات کرنے والے کو نہ دیکھو بلکہ اس پر دھیان دو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

27- (رسالہ کی) باتیں میری نہیں بلکہ آپ (یعنی خواجہ عبیداللہؒ) کی ہیں مجھے (صرف) مترجم سمجھو۔

ابتدائے رسالہ

28- محرمِ اسرارِ الٰہی حضرت خواجہ نے اس تالیف کے آغاز میں فرمایا کہ قال اللہ ہے:

وما خلقت الجن والانس الاّ لیعبدون (سورہ الذاریات:56)

29- ظاہر و باطن کے (نیک) اعمال کو جانو یہ (گویا) مقبول و مناسب عبادت ہیں انھیں (اختیار) کرو۔

☆- اس شعر میں ''اثری خبری'' کے معنی تھوڑا تھوڑا ہیں بابر نے اس شعر میں دونوں الفاظ اکٹھے کر کے لفظی اور معنوی خوبی پیدا کر دی ہے۔



www.maktabah.org

30- بیل بو صوفیہ نینگ اقوالی دور
معرفت باطنینگ اعمالی دور

31- متفق دور باری تحقیق ایلی
مونگا ناطق دورور اول خیل تیلی

32- معرفت بی تبعیّت بولماس
قاید ره تبیعت تور و بس

33- بیل نبی غه تبعیّت قیلماق
قاییی ایشلارده کیراک سوزومه باق

34- قولی و فعلی و حالی دورور اول
سوز بو دور ایش بو دور و بو دور یول

35- قولی تیل گا متعلق بیلیگیل
فعلی ظاهرغه تعلق دور بیل

36- بولدی باطن غه تعلق حالی
خواجه نینگ بیل بو دورور اقوالی

37- بیل که قولیدانی دور پیرولیق
دیمه هر سوز که ایرور نالایق


www.maktabah.org

30- صوفیہ کا قول ہے کہ معرفت کا حصول باطن کے اعمال میں سے ہے یہ بھی جانو۔

31- تمام اہلِ تحقیق (حق) اس بات پر متفق ہیں اور ان کے اقوال اس کی تصدیق کرتے ہیں (کہ)

32- معرفت تبعیتؔ یعنی نبی اکرم ﷺ اور رہنمائے کامل کی پیروی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔
قاید راہ صرف تبعیت ہے اور بس۔

33- نبی ﷺ کا اتباع کن امور میں لازم ہے غور سے سنو۔

34- یہ (تین) کام قول فعل اور حال ہیں یعنی باتیں' اعمال اور طریقت۔

35- قول کا تعلق زبان سے اور فعل کا ظاہر (عمل) سے ہے جانو۔

36- اور حال کا تعلق باطن سے ہے۔ یہی حضرت خواجہ کا قول ہے۔

37- جانو کہ قول میں (آنحضرت ﷺ کی) پیروی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نامناسب بات زبان پر نہ آنے پائے۔



www.maktabah.org

38- بولسہ گر شرع خلافی ہر قول
دیماگیل آنی و قیلغیل لاحول

39- غیبت و یالغان و موذی سوزدین
احتراز ایت یراق ایتگیل اوزدین

40- ہر یمان قول‌نی اوزدین دور ایت
تیلینگا بر نیمہ‌نی مذکور ایت

41- بولغای اقوال و کلامینگ بو صفت
کونگلونگا باعثِ نورانیّت

42- مثل قرآن و احادیث و دعا
امر معروف کہ بویوردی خدا

43- نہی قیل ہر نی کہ منکر بولسہ
ہر نی ینگلیغ کہ میّسر بولسہ

44- بیل کہ اوقوردا دعا و قرآن
جدوجہد ایلاگا سین کیم اول آن

45- ہر نی کونگلونگدا ایسا آندین بیل
بولغای اول لحظہ معبّر سنگا تیل

46- اگر اُمیّ ایسانگ اول دم قاری
بیلگا سین مونی کلام باری



www.maktabah.org

38- ہر وہ بات جو خلافِ شرع ہے (ہرگز) زبان پر مت لاؤ بلکہ (ایسا خیال آئے) تو لاحول پڑھو۔

39- غیبت جھوٹ و دل آزار گفتگو سے احتراز کرو اپنے کو اس سے دور رکھو۔

40- ہر بری بات سے دور رہو اور اپنی زبان سے کچھ اور یعنی ذکرِ الٰہی کیا کرو۔

41- (اگر) تمہارے اقوال اور کلام اس طرح کے ہوں گے یعنی قباحت سے پرہیز اور ذکرِ الٰہی کرنے والے تو تمہارے دل کے لیے باعث نورانیت ہوں گے۔

42- (اسی طرح تلاوت) قرآن واحادیث ودعا اور امر معروف جس کا حکم خدا تعالیٰ نے دیا۔

43- ہر ایسے طریقے سے جو میسر ہو (اپنے اعمال) منکر کی نہی کرو۔

44- جانو کہ دعا مانگنے اور تلاوتِ قرآن میں جد و جہد دل جمعی کے ساتھ کرو گے۔

45- تو جو کچھ تمہارے دل میں (دعا و قرآن) سے ہوگا وہ تمہاری زبان پر آجائے گا۔

46- اگر تم اُمّی بھی ہو اور قرأتِ قرآن کرتے ہو یہ جان کر کہ یہ کلامِ باری تعالیٰ ہے تو اچھی طرح حفظ کرلو۔



www.maktabah.org

47- کیم سوزی ایرکانی نی چون بیلا سین
بیل کہ حق بیرلہ تکلم قیلا سین

48- تبعیتؔ نی دورور فعل دا بیل
ظاہرینگ شرع ایلہ آراستہ قیل

49- ترک قیلما ادب و سنت لار
ہر نی مقدار کہ ترک اتیسانگ اگر

50- آنچہ نقصان سنگا بولغای واقع
قیلماغای سین عملینگ نی ضائع

51- ینہ مومن ایشیدا یارلیغ ایت
ایل و تیل بیرلہ مددگارلیغ ایت

52- خاصہؔ اول کیشی گا بیرماک یاری
کہ توجہ آنگا بار حق ساری

53- نیگا کیم بو کیشی لارنی قادر
ایلادی سیوماگی اوچون ظاہر

54- حق تعالیٰ سیوار آنی کہ مدام
کیشی حق جانبی غہ صبح ایلا شام

55- لحظہ لحظہ متوجہ بولغای
زہی اول کیم متنبہ بولغای



www.maktabah.org

47- اگر تم نے سمجھ لیا کہ یہ اس کی کہی ہوئی باتیں ہیں تو (گویا) تم نے حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کیا ہے۔

48- جانو کہ فعل (یعنی عمل) میں پیروی کیا ہے اپنے ظاہر کو شرع سے آراستہ کرو۔

49- اور جو کچھ بھی چھوڑو لیکن ادب اور سنتِ نبوی کو ہرگز ترک نہ کرو۔

50- تمھیں کتنا بھی نقصان پہنچے ہوشیار رہو اور نیک اعمال کو ضائع نہ کرو۔

51- نیز مومن کے کام میں مدد کرو اور دست و زبان کے ساتھ اس کے مددگار بنو۔

52- خصوصاً ایسے شخص کی مدد کرو جس کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو۔

53- کیوں کہ ایسے لوگوں کو قادرِ مطلق نے اپنے ساتھ محبت کے لیے پیدا کیا ہے۔

54- حق تعالیٰ ایسے شخص سے محبت کرتا ہے جو صبح و شام اسی کی طرف رجوع کرتا ہے۔

55- زہے وہ شخص جو اس کا ہو جائے اس امر سے متنبہ ہو جائے اور لحظہ بہ لحظہ اسی کی طرف متوجہ ہو جائے۔



www.maktabah.org

56- چون آنینگ کونگلی ایرور کوزگوسی
بولماسہ کوزگونی سود او تروسی

57- بشریت جہتی دین نظری
گہ توشار اکل و گہی شرب ساری

58- نظر آنچہ کہ بو ساری دور بیل
کونگلی کوزگوسی غباری دور بیل

59- کونگلی دا بولسہ نی مقدار غبار
حق شہودیدین اوش آنچہ بو یرار

60- تینگری توفیق بیریپ کیم کہ اگر
ایش لارین قیلسہ کفایت یکسر

61- بورناغی حالی غہ کونگلی گا رجوع
بولغوسی دور بو اگر تاپسا وقوع

62- پس آنینگ کونگلی نی بو حق طرفی
قیلمیش اولغای بیتار اوشبو شرفی

63- اسم کافی غہ بو بولدی مظہر
بو دورور شرط کہ اول شکر ایلار

64- نیگا کیم شکری بولور موندا دلیل
اوزنی کورماسکا ارادا بیلکیل



www.maktabah.org

56- (یہاں تک) کہ اس کا دل اس کا آئینہ بن جائے اگر آئینہ نہ بنے تو کیا فائدہ (کیوں کہ اس پر حق کا پرتو نہ پڑ سکے گا)۔

57- بتقاضائے بشریت اس کی نظر کبھی کھانے اور کبھی پینے کی چیزوں پر پڑے گی۔

58- اور جان لو کہ جس قدر اس کی نظر (توجہ) ان چیزوں کی طرف جائے گی اسی قدر اس کے آئینہ (دل) پر غبار ہوگا۔

59- اس کے دل پر جس قدر غبار ہوگا اسی قدر وہ شہود حق تعالیٰ سے دور رہے گا۔

60- اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے کہ وہ اپنے کاموں میں کفایت (اصلاح) کرے۔

61- تو اس کا دل ایسا ہونے پر اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کرے گا۔

62- پس اگر وہ دل کو حق تعالیٰ کی طرف کرے تو یہ شرف اسے کافی ہے۔

63- یہ اسم کافی (اس کے مشرف ہونے کا) مظہر ہے بشرطیکہ وہ (حق تعالیٰ کا) شکر ادا کرے۔

64- کیوں کہ اس کا شکر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی کوشش کو (حصولِ شرف) کا باعث نہیں سمجھتا۔



www.maktabah.org

65- بیل کہ بیر خلق الٰہی غہ بشر
متخلق ایسا دیر پیغمبر

66- کونگلی نی جمع ایتار اوت تین بو کیشی
بولماغای آنینگ ایلہ دوزخ ایشی

67- حال پیرولیغی نی کونگلونگا آل
متعلق باطنیغہ ایدی حال

68- باطنیغہ کوپ آنینگ مرتبہ بار
مثل نفس و دل و سرّ غیر بولار

69- ہر بیریدا آنگا حق جلّ جلال
نسبتی بیرلہ عطا قیلدی کمال

70- ہر نی ایشتہ تبعیّت قیلسا
کیراک اول ایش نی متابع بیلسا

71- تبعیّت آنگا بولماس حاصل
بیلما گونچہ کہ نی ایشتہ دور بیل

72- معنوی مرتبہ سینی باکمال
کیشی بیلماس مونی سین کونگلونگا آل

73- ظاہریغہ تبعیّت نی قدر
ہر کشی قیلسا ، بودور آنگا ثمر



www.maktabah.org

65- پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ کوئی بشر اگر خلقِ الٰہی کا ایک (ذرا سا) حصہ بھی حاصل کرے،

66- تو ایسا شخص نار (جہنم) سے خاطر جمع رکھے کیونکہ اسے دوزخ سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

67- (آنحضرت ﷺ) کے حال کی پیروی بھی دل سے کرو۔ آپ ﷺ کا حال باطن سے متعلق تھا۔

68- آپ ﷺ کے باطن میں کئی مرتبے تھے مثلاً نفس، دل اور سِرّ (یعنی دل کی گہرائی) وغیرہ۔

69- ان میں سے ہر ایک میں حق تعالیٰ جلّ جلالہ نے ہر ایک پر آپ ﷺ کے (بلند) رتبہ کے مطابق کمال عطا فرمایا تھا۔

70- (طالب حق) کو لازم ہے کہ وہ جس کام میں پیروی کرے اس کو اچھی طرح جان لے کہ وہ کس بات میں اتباع کر رہا ہے۔

71- اس کو (کامل) اتباع حاصل نہیں ہوگا جب تک وہ اس کام کو اچھی طرح جان نہ لے گا جس کی پیروی کر رہا ہے۔

72- اس کے باطنی مرتبہ کو کوئی پوری طرح نہیں جان سکتا۔ یہ یاد رکھو کہ:

73- جو کوئی جس قدر ظاہر میں اتباع کرے گا گویا (یہ) اس کا ثمر ہے یعنی اس کو اتنا ہی ثمر حاصل ہوگا۔



www.maktabah.org

74- بو کمالاتی دین اول اول مقدار
بہرہ ور بولغوسی بیلکیل ای یار

75- تبعیّت نی دورور نفسی غہ بیل
نفس حظیدا خلافین توتقیل

76- ہر نی کیم شرع خلانی دورور اول
تیغیل آندین کہ ایماس تور اول یول

77- ہر سوز آیت سانگ و ہر ایش قیلسانگ
چون ہمیشہ مونی ویرزیش قیلسانگ

78- نسبتی نفس نبی بیرلہ اول آن
نفسینگا بولغوسی بے شک و گمان

79- صفت نفسی دین اوشبو فرصت
جذب ایتار نفس بقدر نسبت

80- آنگا اوختشار کہ فتیلہ توتونی
جذب ایتار اوت نی کوروپ سین مومونی

81- صفتی دین نیچہ کیم جذب ایتار
انچہ چاغلیق بو ترقی غہ ییتار

82- قیل قیاس اوشمونگا سین اوزگالارین
قدر نسبت بیلہ بہرہ تاپارین



www.maktabah.org

74- اس کو اسی قدر ان کمالات سے حصہ ملے گا جان لے اے یار۔

75- (معاملات) نفس میں پیروی یہ ہے کہ حظِ نفس کے خلاف عمل کرے۔

76- نیز ہر وہ کام جو خلافِ شرع ہے اس سے دور رہے کیوں کہ یہ صحیح راستہ نہیں۔

77- اگر ہر بات کہنے اور عمل کرنے میں ایسا ہی کرو گے (یعنی خلاف شرع سے دور رہو گے)۔

78- تو بے شک اس وقت تمہارے نفس کو نفس نبی ﷺ سے نسبت حاصل ہو جائے گی۔

79- اس وقت تمہارا نفس بقدر نسبت آپ ﷺ سے صفت نفس جذب کرے گا۔

80- یہ ایسے ہی ہے جیسے آپ نے دیکھا ہو گا کہ چراغ کی بتی (فتیلہ) کا دھواں شعلہ کو جذب کرتا ہے۔

81- آپ ﷺ کی صفات سے دل جس قدر جذب کرے اسی قدر بتدریج (راہ حق میں) ترقی کرتا جائے گا۔

82- اسی (مثال فتیلہ) سے قیاس کرو کہ دوسرے لوگ بھی بقدر نسبت اپنا حصہ پاتے ہیں۔



www.maktabah.org

83- تبعیّت چو بیتیشہ ّ باکمال
دوست توتقای آنی حیّ متعال

84- اوزینی محرم اسرار ایتگای
اول زمان ایستاگانیگا بیتگای

85- فی الحقیقہ بو سیووکلوگ عاید
اول جیبی غہ دورور اے عابد

86- حاصل اولدی آنگا چون وصف نبی
بیل کہ اول دور بو محبت سببی

87- بیل کہ بار دور بو دیگانلار باری
محض فضل و کرم جبّاری

88- بلکہ ہر رتبہ دا تخشی باقفیل
اوزیدین اوزگانی سیو مای دور بیل

89- کورکلوک کوزگوسینی گر سیوسا
نظر لطف بیلہ گر ایوسا

90- بیلگا سین کیم بو تیمور حبّی ایماس
فی الحقیقہ اوزینی سیودی و بس

91- صفت و ذات بیلہ حضرت حق
قیلدی کوزگودا تجلّی آنداق



www.maktabah.org

83- اتباع جب درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے (طالب حق کو) دوست بنالیتا ہے۔

84- اور یہ محرم اسرارِ الٰہی ہو کر اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔

85- اے عابد دراصل یہ محبت (الٰہی) اس محبت کا عکس ہے جو اسے اپنے حبیب سے ہے۔

86- (طالبِ حق کو تبعیّت سے) نبی ﷺ کا حصول ہی (باری تعالیٰ کی) محبت کا سبب ہے۔

87- جان لو کہ یہ سب کچھ جو بیان کیا گیا ہے محض اس جبّار کا فضل و کرم ہی ہے۔

88- بلکہ (راہِ طریقت) کے ہر رتبہ کو احسن طریقہ سے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے اپنے سوا اور سے محبت نہیں کی۔

89- وہ اگر اپنے خوبصورت آئینہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے نظرِ لطف سے دیکھتا ہے۔

90- تو جانو کہ یہ محبت اس آہن سے نہیں (جس سے آئینہ بنایا گیا ہے) فی الحقیقت یہ اپنے آپ سے محبت ہے اور بس۔

91- حضرت حق تعالیٰ اپنی صفت و ذات کے ساتھ (دل کے) آئینہ میں تجلّی فرماتا ہے۔



www.maktabah.org

92- قایسی کوزگو کہ ایدی بی غش و غل
بو تجلی ایدی آندا اکمل

93- چون محمدتہ علیہ الصّلوات
روشن و اکمل ایدی بو مرآت

94- نوریدین آندا تجلّی ایدی کوب
کیلدی بو خلعت آنینگ بویغہ خوب

95- امتی غہ داغی پیرویلغی دین
ییتگوسی بہرہ باریدین اول حین

96- رتبۂ غہ مونی بیلکیل بیشک
بولماغای بی تبعّیت ییتماک

97- تبعّیت آنگا برحسب کمال
قایدا دور مین سنگا ایتای یاد آل

98- کیراک آنداق کہ کونگولدا مطلق
قالماغای ہیچ تعلق جز حق

99- بی محبت سنگا بولماس بو صفت
بار بو حب منقطع اولماقغہ جہت

100- گرچہ حب موہبتی دور بیشک
سنگا لیکن مونی بیلماک کیراک



www.maktabah.org

92- ہر ایسے آئینہ میں جو (صاف اور) بے غِل وغش یعنی جو کینہ وحیلہ سے مبرّا ہوتو اس میں یہ تجلّی انتہائی کامل درجہ کی ہوگی۔

93- چوں کہ حضرت محمد علیہ الصلواۃ میں یہ آئینہ روشن اور اکمل تھا۔

94- اس لیے اس میں تجلّی سب سے زیادہ تھی اور یہ خلعت آپ ﷺ کی امت پر راس آتا تھا۔

95- آپ ﷺ کی امت بھی آپ کی پیروی کر کے اس سے بہرہ پا سکتی ہے۔

96- اس میں شک نہیں کہ اس رتبہ کا حصول بغیر اتباع (سنت نبوی ﷺ) ممکن نہیں۔

97- یہ اتباع بدرجہ کامل کیسے کیا جائے میں تمہیں بتاتا ہوں یاد رکھو:

98- لازم ہے کہ دل میں سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور سے تعلق بالکل نہ رہے۔

99- بغیر (حق تعالیٰ سے) محبت کے یہ صفت حاصل نہیں ہوسکتی اور اسی محبت کے باعث انس ختم ہو جاتا ہے۔

100- اگرچہ محبت بے شک حق تعالیٰ کی بخشش ہے مگر تمہیں یہ جاننا ضروری ہے (کہ):



www.maktabah.org

101- بار ظهوریغه شرائط حاصل
اصل و سرمایه بوشاتماغلیق دل

102- بار طریقی مونگا مین ایتای بیل
اوّل اول یارنینگ آتینی دیگیل

103- کیم نینگ آتی ایکانین اندیشه
قیل و قیلغیل بو صفت نی پیشه

104- بولما بیر لحظه بو ایش تین غافل
بولور آسان بارا بارا مشکل

105- بولغای اول نوع آتی نی دیریدا
قالغای اول نفس حدیثی بیریدا

106- مونداق اولغاچ مونی ترک ایلاماگیل
حاصل اولغای سنگا تا لذّات دل

107- تا کونگولدین باری لذّت و هوس
منقطع بولغای و بو قالغای و بس

108- همگیَ دل آنینگ مشغولی
بو محل بولغای و اول مقبولی

109- بولور آنداق که تکلف بیله دل
هیچ نیمه حبّی غه بولماس مایل



www.maktabah.org

101- اس کے ظہور کے کچھ شرائط ہیں (مثلاً اس دنیا کے) اصل وسرمایہ (کے خیال سے) دل خالی ہو۔

102- اس کے لیے ایک ہی طریقہ ہے جو میں تمھیں بتا تا ہوں پہلے اس یار (خدا تعالیٰ) کا نام کثرت سے) لو

103- پھر جس کا نام لے رہے ہو اس کی طرف پورا دھیان دو اور اسے اپنی عادت بنالو۔

104- اس کام سے ایک لحظہ بھی غفلت نہ کرو اگر اس میں کوئی مشکل ہوگی تو وہ رفتہ رفتہ آسان ہو جائے گی۔

105- اگر حق تعالیٰ کا ذکر اس طرح (انہماک) سے کیا جائے تو دل میں نفسانی باتوں کے لیے گنجائش نہ ہوگی۔

106- اس حالت تک پہنچنے پر اسے (یعنی ذکر کو) ترک نہ کرو تا کہ تمہارے دل کو اس کی لذت حاصل ہو۔

107- حتی کہ دل سے اور سب لذتیں اور ہوس خارج ہو جائیں اور صرف (ذکرِ باری تعالیٰ کی) لذت باقی رہ جائے۔

108- جب سارا دل صرف (اس کی یاد) میں مشغول ہو جائے تو اسے شرف قبولیت حاصل ہو جائے گا۔

109- اور اس وقت دل اپنے آپ پر زور دے کر بھی کسی اور کی محبت کی طرف مائل نہ ہوگا۔



www.maktabah.org

110- قیلسہ بو مرتبہ نی حق حاصل
بو مناجات و تکلم بیری بیل

111- کونگول آندا و اوز آنینگ ساریغہ
سوز آنینگ بیرلہ کوز آنینگ ساریغہ

112- آنگا بو رتبہ دا بی غیبت بیل
بولغای اول وقت حضوری حاصل

113- کونگلی کوزی آرا نوری بیرگای
کوز و کونگلی گا سروری بیرگای

114- حق دین انداق قولاق و تیل بیتگای
آندین ایشیتگای آنگا عرض ایتگای

115- ظاهری شغل و اشینگدین بو محل
تاپماغای معنوی ایش سنگا خلل

116- ظاهری خلق قہ باطن حق قہ
بالغ سالک اتا انداق قہ

117- آشنا ایچ ساری تاش بیگانہ
بو دوش چہ روش اولماس یانہ

118- کیم کہ دنیادا آنگا تینگریگا دل
اوشبو ینگلیغ متعلق ایسہ بیل



www.maktabah.org

110- جب حق تعالیٰ یہ مرتبہ بخش دے تو یہ موقع مناجات اور (اس سے) تکلم (بذریعہ تلاوت قرآن) کا ہے۔

111- اس (حالت میں طالبِ حق) کا دل اور نفس ذات بھی اسی کی طرف ہوگا- اس کی باتیں حق کے لیے اور اس کی آنکھ بھی اسی کی طرف ہوگی-

112- یہ رتبہ پانے پر وہ غیبت میں نہیں رہے گا بلکہ اسے حضوری حاصل ہو جائے گی-

113- اس کے دل اور چشم کو حق تعالیٰ کا نور حاصل ہو جائے گا اور اس سے اسے سرور ملے گا-

114- خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے خاص کان (قوتِ سامعہ) اور زبان (قوتِ ناطقہ) مل جائیں گے جن سے اس کی بات سنے گا اور اپنی عرض کرے گا-

115- اس وقت تمہارے ظاہری اشغال اور کام تمہاری معنوی حالت میں خلل انداز نہ ہوں گے-

116- جس کا ظاہر خلق کی طرف اور باطن ''حق'' کی طرف راجع ہوگا اسے بالغ سالک کہا جائے گا-

117- آشنا (باری تعالیٰ) دل کے اندر اور بیگانہ باہر- اس کے سوا کوئی اور مناسب روش نہیں-

118- جس کسی کا دل اس دنیا میں حق تعالیٰ سے ایسا تعلق حاصل کرلے گا تو جان لو کہ:



www.maktabah.org

119- روحی اصلی ساری بولغاچ راجع
اتصالی تاپار اول بی مانع

120- گرچہ تن آرا ایرکاندا کونگول
تینگری لطفی بیلہ تاپقای بو وصول

121- لیک بولغای بشریت تین بیل
کونگلی غہ یوپقہ حجابی حاصل

122- منقطع بولسا بدن دین چون جان
بشریت حجبی قالماس اول آن

123- اتصالی کہ ایرور بی مانع
بو محل روح قہ بولغای واقع

124- مثلاً بیر کیشی نی بیرگا اگر
عاشق و شیفتہ ایلای دیسالار

125- بو یوسونلوق دی طریقی نی ایشیت
بار فلان شہر دا بیر خوب ییگیت

126- خطی سنبل قدی سرو و یوزی گل
کوزی مخمور اوزی مست و سوزی مل

127- حسن ایلہ خلق آرا افسانہ دورور
کیم کہ کورسہ آنی دیوانہ دورور



www.maktabah.org

119- اس کی روح اپنی اصل کی طرف راجع ہوکر بغیر کسی رکاوٹ کے (خدا تعالیٰ سے) اتصال پالے گی۔

120- اگرچہ دل (روح) تن میں آویزاں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے لطف وکرم سے (اس طرح ہی) وصال پالے گا۔

121- لیکن خیال رہے کہ بشریت کے تقاضے سے دل پر ایک پردہ (دنیاوی آلائش کا) پیدا ہوسکتا ہے۔

122- مگر جونہی روح بدن سے الگ ہوگی حجاب بشریت خود بخود اٹھ جائے گا۔

123- اور روح کو بغیر کسی رکاوٹ کے (حق تعالیٰ کا) اتصال حاصل ہوجائے گا۔

124- مثلاً اگر لوگ چاہیں کہ کسی کو عاشق وشیفتہ کریں یا کہیں کہ فلاں حسین ہے۔

125- تو کچھ اس طرح کا طریقہ اختیار کریں گے (اور کہیں گے کہ) فلاں شہر میں ایک خوبصورت نوجوان ہے۔

126- جس کا خط سنبل کی طرح، قد سرو جیسا، چہرہ گلاب کا سا اور آنکھیں مخمور ہیں وہ خود مست ہے اور اس کی باتیں شراب کی طرح مخمور کرتی ہیں۔

127- اس کا حُسن لوگوں میں افسانہ ہے اور جو کوئی اسے دیکھتا ہے دیوانہ ہوجاتا ہے۔


www.maktabah.org

128- عشقیدا بار دور آئینگ لذت‌لار
عاشق اولغان کیشی لذت نی تاپار

129- کیم کہ ایشیتسا بو ینگلیغ سوزنی
تاپقوسی دور آنگا مائل اوزنی

130- لذتی بیر نیمہ دین تاپسا اگر
بولدی مجبول آنی سیوماگا بشر

131- لیک بیلماس بو سیووگلوک حاصل
نی یوسونلوق آنگا بولغای مونی بیل

132- بیل کہ بو ایشتہ طریقہ بو دور
کیم کہ یول بیلماسہ کونگلی سو دور

133- آتینی تیلینگا کوپ مذکور ایت
یار غیری نی کونگلول دین دور ایت

134- مونداق ایتسا نگ سنگا میلی حاصل
بولور و سین مونی ترک ایلاماگیل

135- بر دوام اولسہ سنگا میل آرتار
میل دین حاصل اولور لذت لار

136- نیچہ لذت ایسہ میل آنچہ بولور
میل لذات نی تاپقانچہ بولور



www.maktabah.org

128- اس کے عشق میں ہر طرح کی لذتیں ہیں اور عاشق ہونے والا حظ اٹھاتا ہے۔

129- جو کوئی یہ باتیں سنتا ہے اپنے آپ کو اس کی طرف مائل پاتا ہے۔

130- یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس سے لذت حاصل ہو وہ اسے چاہتا ہے کیوں کہ وہ اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

131- لیکن جانو کہ (ایسے شخص کو شاید) یہ معلوم نہ ہو کہ اسے یہ چاہت کس طرح حاصل ہوئی۔

132- نیز یاد رکھو کہ اس امر کا طریقہ ایسے ہے (جیسے میں بیان کروں گا) جو کوئی صحیح راستہ نہیں جانتا وہ تذبذب میں رہتا ہے۔

133- (خدا تعالیٰ) کے نام کا ذکر اپنی زبان سے بہت کرتے رہو اور غیر اللہ کو اپنے دل سے دور کرو۔

134- ایسا کرو گے تو تمھیں اس کی (حق تعالیٰ کی) چاہت حاصل ہوگی (پھر ذکر کو) کبھی ترک نہ کرو۔

135- یہ (ذکر) ہمیشہ کرتے رہو گے تو چاہت بڑھے گی اور اس سے تمہیں لذتیں حاصل ہوں گی۔

136- جتنی لذت حاصل ہو اتنی ہی چاہت ہوتی ہے (یعنی) چاہت اسی قدر ہوتی ہے جتنی لذتیں حاصل ہوں۔



www.maktabah.org

137- قویمای ایلدین مونی قیلسانگ تکرار
اختیاری سنگا قالماس ای یار

138- خواه و ناخواه توتار سین آنی دوست
بو کشش بیرلہ بو کوشش قانی دوست

139- موندا ییتسانگ بو دور اول ایل دیگانی
دوست توتغای ہمگئ دل آنی

140- قالماس اندیشۂ غیری اول دم
اونوتولغای سنگا محبوب آتی ہم

141- کیلتورور اوشبو محل استیلا
سنگا سلطان محبت یارا

142- طرفینی ایدی محبوب و محبّ
اوزی رنگی دا بارین ظاہر ایتیب

143- وحدت صرفنی ظاہر قیلغای
ایکّی لیک آتی بو دم آریلغای

144- سنگا معلوم چو بولدی بو یول
آتی مشغول لوغی اریمیش اول

145- بار دور اذکار ایچیدا ای آگاه
افضلی لاالہ الاّ اللہ



www.maktabah.org

137- اگر ذکر سے غفلت نہ کرو گے اور ہمیشہ کرتے رہو گے تو اے دوست (ایک وقت ایسا آئے گا کہ) اسے چھوڑنا تمہارے اختیار سے باہر ہو جائے گا-

138- اور تم خواہ ونا خواہ اسے (حق تعالیٰ کو) دوست رکھو گے کیا اس کے علاوہ کوئی ☆ کشش یا کوشش (طریقہ) ہے اے دوست

139- جب تم اس حالت کو پہنچ جاؤ گے تو ان لوگوں (اہل طریقت) کے کہنے کے مطابق تمہارا پورا دل اسے (حق تعالیٰ کو) مکمل طور پر چاہنے لگے گا-

140- اس وقت تمہارے دل میں غیر اللہ کا خیال تک باقی نہ رہے گا یہاں تک کہ (کسی اور) محبوب کا نام تک یاد نہ رہے گا-

141- اے دوست "سلطان محبت" تمہیں کامیابی سے منزل مقصود تک پہنچا دے گا-

142- (اس سے پہلے) محبوب اور محبّ الگ الگ تھے اور اپنے اپنے رنگ میں ظاہر تھے یعنی خصوصیات مختلف تھیں-

143- (مگر) اب وحدت کے ظاہر ہونے پر دوئی کا نام مٹ جائے گا

144- اب تمہیں یہ راہ معلوم ہو گئی تو اس کے (حق تعالیٰ کے) نام کے ذکر میں (دائم) مشغول رہنا-

145- اے (خدا) آگاہ دوست جانو کہ اذکار میں سب سے افضل لا الہ الاّ اللہ ہے-

---

☆ کشتن سے کشش کے معنی میں لیا گیا ہے-



www.maktabah.org

146- موندا مصراع بو صورت بولدی
وزن تغییری ضرورت بولدی

147- بیلگا سین بولدی مرکب بو ذکر
نفی و اثبات تین ایتگیل سین فکر

148- کونگلونگا بیل بولا دور پردہ صفت
انتقاش صور کونیت

149- منتقش بولسا کونگول مرآتی
بولدی حق نفی و غیر اثباتی

150- قرب تاپماس کیشی بے رفع حجاب
چہرہ کورماس کیشی بی دفع نقاب

151- پردہ رفعی غہ نی دور بیلگیل یول
غیر نفی و حق اثباتی دور اول

152- بار دور آنداق کہ قیلیب سین معلوم
ذکر مذکورگا اول دور مفہوم

153- مبتدی شغل چاغی بیل کہ نیتار
املی نی باری دین کوتہ ایتار

154- دم آخر کہ چیقار سیندین بیل
ہر نفس نی دم آخر بیلگیل



www.maktabah.org

146- اس میں (یعنی گزشتہ شعر میں دوسرے) مصرع کی صورت ایسی تھی کہ وزن کا تغیر ضروری تھا۔

147- تم جانتے ہو کہ یہ ذکر نفی اور اثبات کا مرکب ہے اس پر غور کرو۔

148- جانو کہ کائنات کے نقوش تمہارے دل پر پردہ کی طرح پڑے ہوئے ہیں۔

149- اگر دل کے آئینہ پر اس طرح کے (دنیاوی) نقوش ہوں تو ان سے حق کی نفی اور غیر اللہ کا اثبات ہوتا ہے۔

150- اس (دنیاوی) حجاب کو ہٹائے بغیر قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوتا (جیسے محبوب کا) چہرہ نقاب کے بغیر دکھائی نہیں دیتا۔

151- پردہ ہٹانے کا طریقہ جان لو۔ یہ نفی غیر اللہ اور اثباتِ حق کرنا ہی ہے۔

152- اور یہ یوں ہے کہ جب تم ذکر کرتے ہو تو مذکور کو معلوم ہوتا ہے۔

153- مبتدی کو چاہیے کہ جب وہ (دنیاوی) کاموں میں مشغول ہو تو ان سے تمام امیدیں قطع کرلے۔

154- یاد رکھو کہ ایک دن تمھاری آخری سانس نکل کر رہے گی لہٰذا ہر سانس کو دمِ آخر سمجھو۔



www.maktabah.org

155- مال و نقدینہ و باری ایل و کون
زن و فرزند بیلہ شہر و مدن

156- خاطرینگدین باریسی محو بولور
خاطر اول دم باریسی دین قوتولور

157- ہر نفس نی دم آخر بیلیبان
آندا بو نوع تعقل قیلیبان

158- ذکر مذکورگا بولغیل مشغول
بو یوسونلوق کہ دیگوم دور سنگا یول

159- نفی دا ہر نی کہ بار دور جز حق
ییراق ایتکیل کونگلونگ دین مطلق

160- نفی دین سونگرا کہ بار الّا اللّٰہ
موندا ایتکاندا ایشیت بو دور راہ

161- بیل کہ محبوب ایلہ معبود اول دور
باری ایل ساجد و مسجود اول دور

162- ہر قاچان کیم سین اگر دیسانگ ذکر
مونی کونگلونگ آرا قیلغای سین فکر

163- یوق تورور ہیچ الٰہ الّا حق
مونی ترک ایلاماگای سین مطلق



www.maktabah.org

155- مال اور روپیہ پیسہ نیز رشتہ دار اور متعلقین
زن و فرزند اور شہر و مدن (صوبے) -
156- سب تمہارے ذہن سے محو ہو جائیں اور تمہارا دل
ان سب سے خلاصی پا جائے گا-
157- یہ جانتے ہوئے کہ تمہارا ہر نفس دمِ آخر ہے اور
اس پر غور کرتے ہوئے۔
158- جیسے میں (ذیل میں) بتاؤں گا ذکرِ حق تعالیٰ میں
مشغول ہو جاؤ-
159- ذکر کے نفی حصہ (لا الہ) کو کہتے ہوئے ہر ماسوا
اللہ کو دل سے پوری طرح دور کر دو-
160- نفی کے بعد الا اللہ آتا ہے یہاں تک پہنچنے کے
بعد کا راستہ یہ ہے غور سے سنو-
161- یاد رکھو کہ محبوب اور معبود بھی فقط خدا ہے تمام
خلق ساجد ہے اور مسجود وہ ہے۔
162- جب بھی ذکر کرو یہ بات اچھی طرح ذہن میں
رکھو-
163- اسے کبھی نہ بھولنا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ
(معبود) نہیں-



www.maktabah.org

164- مونگا مشغول لوق ایتگیل باری وقت
حیف غفلت تہ اوتار اکثری وقت

165- غافل اولغاندا کیراک بولسہ بوشق
قیمتی درّنی ایتورگان ینگلیق

166- درّ ایتورگان کہ بولور آندا نی حال
بو کیشی گا کیراک انداق احوال

167- کیم گا بو حال کہ بولسا بی قیل
متاثر لیغی غہ بولدی دلیل

168- ہر قاچان مونی مدام ایتگای سین
ینہ بیر مرتبہ غہ ییتگای سین

169- ترک قیلسانگ سین اگر لیک کونگول
بورناغی حال ایلا بولغای مشغول

170- سین بو چاغلیق بیلہ بس قیلماغا سین
ترک قیلماغنی ہوس قیلماغا سین

171- آنگا ییتار کہ بولور ای طالب
تینگری یادی باری ایش گا غالب

172- ترک قیلمای مونی قیلسانگ بادوام
ہمگئ دلینگ اول وقت باتمام



www.maktabah.org

164- تمام وقت اسی (کے ذکر میں) مشغول رہنا چاہیے- حیف ہے اگر اکثر وقت غفلت میں گزرے-

165- (ذکر سے) غفلت میں ایسا غم ہوتا ہے جیسے وہ شخص محسوس کرے کہ اس کا قیمتی موتی گم ہوگیا ہو-

166- موتی کھو دینے والے شخص کا حال اس جیسا ہے جس نے ذکرِ خدا سے غفلت کی-

167- جس کا یہ حال ہوا (یعنی جس نے غفلت کی) یہ بے گمانی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ (غیر اللہ سے) متاثر ہوا-

168- جب تک تم مسلسل ذکر کرتے رہو گے پھر سے ایک مرتبہ کمال کے اونچے درجہ پر پہنچ جاؤ گے-

169- اور اگر اسے ترک کردو گے تو تمہارا اکھڑو دل پھر (غفلت کی) پہلی سی حالت اختیار کرے گا-

170- تم ایسا نہیں ہونے دو گے اور (ذکر) ترک کرنے کا خیال نہ کرو گے-

171- اے طالب (یاد رکھو) کہ یادِ خدا ہر اس امر پر غالب آتی ہے (جو توجہ کے راستے میں حائل ہوتا ہو)-

172- اگر (ذکر) ترک نہ کرو گے اور ہمیشہ کرتے رہو گے تو اس وقت تمہارا سارا دل پوری طرح ،



www.maktabah.org

173- حق تعالیٰ بیلہ مشغول اولغای
کونگلی قابل اوزی مقبول اولغای

174- بو بولور آندا کہ حبّ مولا
تاپسا کونگلونگا سیننیگ استیلا

175- غیردین کونگلونگ اوبین خالی ایتار
بو اویونگدین سیننیگ اغیار کیتار

176- کونگلونگا ہیچ تعلق قالماس
غیر اخلاص ایلہ قوللوق قالماس

177- بو زمان بولغوسی حق بیرلہ درست
اول تعلق کہ بورونراق ایدی سست

178- بولغوسی آنینگ آیلہ بارچہ سوزونگ
آنی ساغینغوسی نی کورسا کوزونگ

179- حق کونگول لارنی یاراتتی آنداق
بولماغای غیر تعلق مطلق

180- غیردین منقطع اولغاچ بو کونگول
تینگری بیرلہ متعلق بولور اول

181- بو زمان اوشبو تعلق حاصل
خواہ و ناخواہ بولور کونگلونگا بیل



www.maktabah.org

173- حق تعالیٰ (کی چاہت) میں مشغول ہو جائیگا اور اور تمہارا (قابل) دل بارگاہِ حق میں مقبول ہو جائے گا-

174- یہ اس وقت ہوگا جب حُبِّ مولا تمہارے دل پر غلبہ پالے گی-

175- تمہارا دل (خیال) غیر اللہ سے خالی ہو جائے گا اور اغیار (یعنی خلل انگیز خیالات) اس گھر سے رخصت ہو جائیں گے-

176- ان (خیالات) سے تمہارے دل کو کوئی تعلق نہیں ہوگا اور اخلاص (حق) کے سوا کوئی بندگی نہ رہے گی-

177- اس وقت حق تعالیٰ سے وہ تعلق جو پہلے سست تھا (بالکل) درست ہو جائے گا-

178- تمہاری ساری گفتار اسی کے لیے ہوگی اور تمہاری آنکھ کچھ بھی دیکھے تمہارا دھیان اسی کی طرف رہے گا-

179- حق تعالیٰ نے دلوں کو ایسے بنایا ہے کہ وہ (کسی نہ کسی) تعلق کے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتے-

180- سو، جوں ہی دل غیر اللہ سے منقطع ہو تو اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے قائم ہو جاتا ہے-

181- (لہٰذا) اس وقت یہ تعلق خواہ و ناخواہ تمہارے دل کو حاصل ہو جائے گا-



www.maktabah.org

182- تینگری مونداق یاراتیپ تور بیلکیل
سنگا دایم بو یوسونلوق تور دل

183- متکلم دور و ایشیتگوچی دور
کورگوچی دور باری ایش ایتگوچی دور

184- آیتماق بیرله ایشیتماک کورماک
غیردین منقطع اولغاچ بی شک

185- دیر و ایشیتور و کورار حاصل
آنگا و آندین و آنی بیلکیل

186- بیل کہ بو مرتبہ دا اول ہنگام
بار مناجات تہ حق بیرلہ مدام

187- بیل کہ بو مرتبہ دا ای سایل
ذکر بولغای صفت ذاتی دل

188- بیلگا سین ذکر حقیقی اول حین
بیل منزّہ آنی حرف و اون دین

189- جوہر دل بیلہ بیر بولغوسی دور
حسّ بیرلہ کونگلونگ تولغوسی دور

190- ہمگیَ دل آنی دوست توتار
بیلگا سین بو سوز آرا فرقی بار



www.maktabah.org

182- جان لو کہ خدا تعالیٰ نے دل کو اسی طرح پیدا کیا ہے اور یہ ہمیشہ ایسے ہی رہے گا-

183- (ایسا دل خدا تعالیٰ سے) متکلم، سننے والا اور دیکھنے والا ہے اور (یہ) سارے کام کرسکتا ہے-

184- بے شک یہ کلام کرنا سننا اور دیکھنا غیر اللہ سے منقطع ہونے پر (ہی ہوسکتا ہے)-

185- حاصل یہ کہ وہ اس سے باہم کلام کرتا ہے باتیں سنتا ہے اور (اسے) دیکھتا ہے-

186- جانو کہ یہ مرتبہ پا لینے پر دل دائماً مناجاتِ حق تعالیٰ میں مشغول رہتا ہے۔

187- اے سائل جان لو کہ پھر ذکر کرنا دل کی ذاتی صفت بن جاتا ہے-

188- جانو کہ یہ ذکر حقیقی ہوتا ہے اور حرف و آواز سے منزّہ (و بے نیاز) ذکرِ خفی-

189- جوہر (ذاتِ حق) دل کے ساتھ یکجا ہوجاتا ہے اور دل اس کی محبت سے لبریز ہوجاتا ہے-

190- دل پوری طرح اسے (حق تعالیٰ کو) چاہتا ہے تم جانتے ہو کہ (ذیل کی) دو باتوں میں فرق ہے-



www.maktabah.org

191- دوست توتماغلیق ایله اے دانا
دوست نینگ یادینی توتماغلیق آرا

192- اول کہ بولغای ہمگئ دل دوست
منتجی فرطِ محبت بیل دوست

193- سین قولاق توت کہ مونگا عشق دور ات
عاشق اول دور کہ انگا بار بو صفت

194- موندین اول ییرگا ترقی قیلور اول
عقل اول ییرگا ایشیت تاپماس یول

195- بیل کہ بار ہستی ذاکر موہوم
ایلا مذکورغہ ہستی معلوم

196- دیر حقیقی مونی بیلگیل موہوم
بولغوسی موندا یتیشگاچ معدوم

197- بیل کہ بو ییردا دورور بو مشکل
عین مذکور بولور ذاکر بیل

198- ذاکرّیت بیلہ مذکوریت
بیل مبدل بولور اوشبو فرصت

199- کورسا اوز ہست لیغین چون نابود
اوزگالار ہستلیغدا نی وجود



www.maktabah.org

191- اے عاقل (اوّل) کسی کو دوست بنانا اور اسے (ہمیشہ) یاد کرتے رہنا۔

192- اور دوسرے یہ کہ دوست کو سارے دل سے پوری طرح چاہنا جو فرطِ محبت پر منتج ہوتا ہے۔

193- اچھی طرح سن لو کہ اسی کو عشق کہتے ہیں اور عاشق وہ ہے جس میں یہ صفت ہو (یعنی پورے دل سے چاہے)۔

194- یہاں سے ترقی کر کے وہ اس جگہ (مرتبہ پہ) پہنچ جائے گا جہاں تک عقل کی رسائی نہیں۔

195- جان لو کہ ذاکر کی ہستی تو موہوم ہے لیکن مذکور کی ہستی ظاہر اور معلوم ہے۔

196- اسے (مذکور کو) حقیقی کہا جاتا ہے اور موہوم جب اس تک پہنچے گا تو معدوم ہو جائے گا۔

197- یہاں یہ مشکل مسئلہ ہے کہ مذکور اور ذاکر بالکل ایک ہو جاتے ہیں۔

198- اور اس وقت ذاکریت کے ساتھ مذکوریت متبادل ہو جاتی ہے۔

199- جب وہ (ذاکر) اپنی ہی ہستی کو نابود ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کے لیے دوسروں (ماسوا اللہ) کی ہستی کا کیا وجود ہوگا۔



www.maktabah.org

200- بو زمان ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
آشکار اولدی بو سِرّ بول آگاہ

201- لـمـن الـمـلـك جمالی اول حال
چہرہ دین پردہ نی آلغای بو جمال

202- بولدی معلوم کہ تبعیّت تین
بو مراتب قہ یتِیار سین اول حین

203- پس اگر سین یتلاساںگ اول فرصت
دست بیرگای بو سعادت سنگا بات

204- اوزنی سین راست اطاعت بیلہ قیل
ہمنشین لیق بو جماعت بیلہ قیل

205- شرع ایلہ ظاہری آراستہ دور
غیردین باطنی پیراستہ دور

206- بو کیشی صاحب حالات اولغای
مظہر اوشبو کمالات اولغای

207- تینگری کونگول نی یاراتتی آنداق
بو صفت نی آنگا قاتتی آنداق

208- ہمنشین ہر کیم ایلہ بولسہ کونگول
صحبتی دین متاثر بولور اول



www.maktabah.org

200- اس وقت آیہ کریمہ هَالِكٌ اِلّا وَجُهَهُ☆ کا راز اس پر آشکار ہو جائے گا۔

201- نیز (آیہ کریمہ) لمن الملک☆☆ کا جمال کبھی اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر ظاہر ہو جائے گا۔

202- سو معلوم ہوا کہ اتباع (سنت رسول ﷺ) سے تم ان مراتب تک پہنچ سکتے ہو۔

203- پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ سعادت تمہیں جلد حاصل ہو جائے

204- تو اپنے آپ کو اطاعت (شرع) سے درست کرو اور اس جماعت (یعنی اہلِ طریقت) کی ہم نشینی اختیار کرو

205- جن کا ظاہر شرع سے آراستہ ہے اور باطن غیر اللہ سے پیراستہ (پاک) ہے۔

206- ایسا شخص (اس صحبت کے اثر سے) صاحبِ حال ہو جائے گا اور اس کے کمالات ظاہر ہو جائیں گے۔

207- خدا تعالیٰ نے دل کو اسی طرح پیدا کیا ہے اور اسے یہ صفت بخشی ہے

208- کہ دل جس کا ہم نشین ہوگا اس کی صحبت سے متاثر ہوگا۔

---

☆ سورہ القصص XXVIII:88 (هَالِكٌ اِلّا وَجُهَهُ لَهُ الحُكُمُ وَ اِلَيهِ تُرجَعُونَ)

☆☆ سورہ غافر (المومن) XL:16 (لِمَنِ المُلكُ اليَومَ لِلّٰهِ الوَاحِدِ القَهَّار)



www.maktabah.org

209- اوشبولار موندا کہ مرقوم دورور
ذوق ایلہ بارچہ غہ معلوم دورور

210- کیم کہ ماتم زدہ بیرلہ تورسہ
یا نشاط اہلی بیلہ اولتورسہ

211- غم و شادی آنگا قیلغای تاثیر
تاپقوسی دور آنگا حالت تغییر

212- قابلیت بو کمالات ایلہ حق
یاراتیپ تور کونگلونگدا موندا ق

213- بو قبول اولماسا ایردی اول حال
ممکن ایرماس ایدی بو کسب کمال

214- کیم کہ بو طایفہ بیرلہ بادوام
ہمنشین لیق قیلور اول اول ہنگام

215- بیلگا سین کیم متاثر اول حین
بولغوسی باطنی اول باطن دین

216- حق قہ میلی سنگا بولغای حاصل
میل چہ منقطع اولغای سنگا دل

217- انقطاعینگ چہ بینہ میل آرتار
میل چہ منقطع اولماغلیق بار



www.maktabah.org

209- جو کچھ یہاں مرقوم ہوا ہے وہ سب اہلِ ذوق کو معلوم ہے۔

210- جو کوئی ماتم زدہ کے ساتھ رہے یا پھر اہلِ نشاط میں بیٹھے

211- غم و شادی اس میں تاثیر کرے گی اور اس کا مزاج اسی صورت بدل جائے گا۔

212- حق تعالیٰ نے یہ صلاحیت اور یہ کمالات تمہارے دل میں اسی طرح پیدا کر دیے ہیں۔

213- اگر (تمہارے دل میں) اثر قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو کسبِ کمال کسی طرح ممکن نہ ہوتا۔

214- جو کوئی اس طائفہ (اہلِ طریقت) کے ساتھ ہمیشہ بیٹھے گا ان کا جگری ہمدم ہو جائے گا۔

215- تو جانو کہ اس کا باطن ان کے باطن (یعنی ان کی روحانیت) سے ضرور متاثر ہو گا۔

216- اور حق تعالیٰ کی چاہت تمہیں حاصل ہو جائے گی اور بقدر اس چاہت کے (تمہارا دل) غیر اللہ سے منقطع ہو جائے گا۔

217- یہ انقطاع جتنا زیادہ ہو گا اتنی ہی چاہت بڑھے گی اور چاہت جتنی زیادہ ہو گی اتنا ہی انقطاع زیادہ ہو گا۔



www.maktabah.org

218- نیچہ اول کوپ ینہ بیری داغی کوپ
نیچہ اول جوپ ینہ بیری داغی جوپ

219- تا کیشی پیتگوسی دور بیر یرگا
کیم آنی عاجز ایرور تیل دیرگا

220- بو دورور حال مونگا بیتگاندا
قالماغای ہیچ تعلق آندا

221- باری اوزلوگی بیلہ بو دور ایشی
حق قہ بولغای متوجہ بو کیشی

222- کیشی بولغای آنگا بیر صحبت تہ
بلکہ بیر لحظہ دا آز فرصت تہ

223- باری دین منقطع اولغای باطن
جمع قیلغای کونگلی نی باریدین

224- مونگا بیتگاندا بو کیشی نینگ ایشی
حق قہ بولغای متوجہ بو کیشی

225- اوشبو جذبہ کہ بولور خلق قہ بات
لیک مشکل دیدیلار آنگا ثبات

226- نیگا کیم حضرت حق لطفی دین
غیردین بولسا مجرد باطن



www.maktabah.org

218- انقطاع جتنا بھی زیادہ ہو یہ اور زیادہ ہوگی اور وہ جتنا بھی خوب ہوگا یہ بھی خوب ہوگی۔

219- یہاں تک کہ انسان ایسی جگہ پہنچ جائے گا (یعنی ایسا مرتبہ پالے گا) جس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

220- وہاں پہنچ کر اس کا حال یہ ہوگا کہ اسے (غیر اللہ) سے کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

221- وہ اپنی پوری ذات (شخصیت) کے ساتھ کاملاً حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا۔

222- جو کوئی (اہلِ طریقت کی) صحبت میں آئے اگرچہ کم وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

223- اس کا باطن ہر شے سے منقطع ہو جائے گا اور وہ سب سے خاطر جمع کر لے گا۔

224- یہاں تک پہنچ کر اس شخص کا کام (صرف) حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا رہ جائے گا۔

225- یہ جذبہ لوگوں میں یک دَم پیدا ہو جاتا ہے لیکن جیسے کہ (بزرگ) کہتے ہیں اس کا ثبات مشکل ہے۔

226- اس طرح کہ حق تعالیٰ کے لطف و کرم سے باطن غیر اللہ سے خالی ہو جائے۔



www.maktabah.org

227- بولغوسی دور آنگا حق بیرلہ وصول
تینگری انساندا یاراتتی بو قبول

228- آدمی کونگلی تعلق سیز ایماس
غیر چون قالماسا اول قالغای و بس

229- لیک ہر کیشی گا کیم استعداد
گر ضعیف اولسا مونی توتسون یاد

230- وصل دین آنگا شعوری بولماس
فیض دین آنگا حضوری بولماس

231- گر قوی بولسا کیشی گا بو صفت
بولغوسی آنگا شعور اول فرصت

232- گر ثبات ایستار ایسانگ اول فرصت
التزام ایلا دوام صحبت

233- ساخلاغای سین بو ایل الیدا ادب
بیل الارنی بو شعورونگغہ سبب

234- ظاہر و باطن ادب مرعی توت
بی ادب لیق روش و راہین اونوت

235- بیر ادب نی کیشی گر ترک قیلو
اوشبو ایل کونگلیدین اول توشگوسی دور



www.maktabah.org

227- اور ایسے شخص کو حق تعالیٰ کا وصال حاصل ہوگا کیوں کہ اس نے انسان میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ

228- انسان کا دل بے تعلق نہیں رہتا جب اس میں سے غیر اللہ رخصت ہو جائے تو وہی (حق تعالیٰ) رہ جاتا ہے۔

229- لیکن ہر وہ شخص جس کی استعدادِ ثبات ضعیف ہو یاد رکھے کہ

230- اس (قلیل عرصے کے) وصل سے اسے شعورِ حق حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے فیض سے حضوری حاصل ہوگی۔

231- لیکن اگر اس کی استعدادِ ثبات قوی ہوگی تو اسے شعورِ حق حاصل ہو جائے گا۔

232- اگر اس وقت تم ثبات چاہتے ہو تو التزام سے (اہلِ طریقت) کی صحبت جاری رکھو۔

233- نیز اس طبقہ کا مناسب ادب ملحوظ رکھو کیوں کہ تمہارے شعورِ حق کا سبب یہی لوگ ہیں۔

234- ظاہر باطن میں مراعات کے ساتھ (ان حضرات کا) ادب ملحوظ رہے اور بے ادبی کی روش کو بالکل بھول جاؤ۔

235- اگر کوئی کسی ایک بات میں بھی ادب ترک کرے گا تو ان لوگوں کی نظر سے گر جائے گا۔



www.maktabah.org

236- کیم ییراق توشسا بو ایل کونگلیدین
بورناغی حال آنگا قالماس اول حین

237- نیگا کیم فایض آنینگ کونگلی گا حال
اول کونگول لاردین ایدی کونگلونگا آل

238- کونگلی نینگ رابطہ سین واسطہ بیل
فیض ییتیماک کا جہت رابطہ بیل

239- رابطہ قالماسا اول حال کیتیار
سوز ایشتیور ایسانگ اوش مونچہ ییتیار

240- بی عنایات حقّ و خاص حق
گر ملک دور قرادور آنگا ورق



www.maktabah.org

236- اور جو، ان کی نظر سے گر جائے وہ اس حالت پر قائم نہیں رہ سکے گا (جو، ان کی صحبت سے حاصل ہوئی تھی)۔

237- کیوں کہ اس کے دل کو یہ (عارفانہ) حالت ان لوگوں کے دلوں (کی توجہ) سے ہی حاصل ہوئی تھی۔

238- ان کے دلوں سے رابطہ ہی فیض (ربی) تک پہنچنے کا راستہ ہے۔

239- اگر یہ رابطہ منقطع ہو جائے تو وہ حالت (فیض پہنچنے کا راستہ) بھی ختم ہو جائے گا۔ اگر تم نے یہ بات توجہ سے سن لی ہے تو اتنا ہی کافی ہے۔

240- اگر کوئی فرشتہ (صفت) بھی ہو تو حق تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کی عنایات کے بغیر اس کا ورق (نامۂ اعمال) سیاہ ہی رہے گا۔



www.maktabah.org

## رسالہ خاتمہ سی

241- للہ الحمد سوز ایتیلدی تمام
اختتامی غہ یتیشتی بو کلام

242- قابل ایلگا سوزینی مقبول ایت
عامل ایلگا اوزینی معمول ایت

243- بیل توگاتگاندا بو سوز بی کم و بیش
ییل توقوز یوز ایدی و اوتوز بیش



www.maktabah.org

رسالہ ختم شد

241- الحمدللہ کہ بات تمام ہوئی اور یہ کلام اختتام کو پہنچا۔

242- (اے خدا) قابل لوگوں میں اس کلام کو مقبول کر اور عمل کرنے والوں کو اس پر عمل (کی توفیق دے)۔

243- جان لو کہ اس کلام کی تکمیل بے کم وبیش نو سو پینتیس (ہجری) 935ھ-(1528ء) میں ہوئی۔

---

**Note:**

The scribe of Rampur MS had written in the verse No. 192 بولغای which was changed by Babur to تولغای.



www.maktabah.org

نقلتہا بلاواسطہ من نسخہ الشریفہ اللتی حرّرہا المولف خلد اللہ ملکہ وارجو من اللہ ان ینغح بہا الطالبین۔

## رسالہ کا اختتام

## تمّ

(کاتبِ رسالہ نے عربی میں اضافہ کیا ہے کہ) ''میں نے اسے بلاواسطہ اس نسخہ شریفہ سے نقل کیا ہے جسے مؤلف خلد اللہ ملک نے خود تحریر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ طالبین اس سے مستفید ہوں''۔

## اضافی معلومات

15 ربیع الاوّل 935ھ (1528ء) کو ظہیر الدین محمد بابر پادشاہ غازی ولد عمر شیخ مرزا نے یہ اشعار دارالحکومت آگرہ میں بیماری کے دوران نظم کیے اور بقول خود بابر کے، وہ اس کے بعد جلد ہی صحت یاب ہوگیا۔

رسالہ والدیہؒ (خواجہ عبید اللہ احرارؒ)

فارسی نثر سے منظوم ترکی ترجمہ:

ظہیر الدین محمد بابر (1528ء) آگرہ

ترکی سے اردو ترجمہ:

عبدالسلام (مرحوم)

جنیوا، سوئٹزرلینڈ



www.maktabah.org

# خواجہ عبید اللہ احرارؒ

## ایک تعارف

## ڈاکٹر انصار زاہد خان

خواجہ عبید اللہؒ (896-808ھ /1499-1404ء) تاشقند کے نواح میں باغستان میں پیدا ہوئے۔ امیر تیمور کے مرنے کی خبر پا کر ان کا خاندان افراتفری میں ہرات منتقل ہو گیا، لیکن کسمپرسی کا عالم رہا اور اپنی نوعمری میں انہیں ایک حمام میں نوکری کرنی پڑی۔ خوش قسمتی سے ان کے ماموں خواجہ ابراہیم نے انہیں تعلیم حاصل کرنے کے لیے سمرقند بھجوا دیا، جو اس علاقے میں علم وفن کا بڑا مرکز تھا۔ خواجہؒ نے یہاں سے اپنی تعلیم مکمل کی، پھر زراعت کو بطور پیشہ اپنایا۔ انتھک محنت سے وہ ایک خوشحال کاشتکار بن گئے اور اپنی زراعت کی پیداوار سے کاروبار کرنے لگے۔ ساتھ ساتھ مذہبی اور روحانی علوم میں ان کی قابلیت کا شہرہ ہو گیا، حتیٰ کہ امیر زادے اور شہزادے بھی ان کا احترام کرنے لگے۔ ان میں ابوسعید مرزا خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جس نے خواجہؒ کی حمایت اور مدد سے سمرقند پر اقتدار حاصل کر لیا۔ وہ ان کا اتنا معتقد تھا کہ ان کے ساتھ پا بہ رکاب ہو جاتا۔ ان کے اخراجات کے لیے سلطان ابوسعید مرزا نے ایک ہزار درہم سالانہ وظیفہ بھی فراہم کیا اور ان کی رعایت سے ہرات کے عوام پر



www.maktabah.org

کئی محصولات (ٹیکس) معاف کر دیے۔

خواجہؒ کی ذات عام معاشرے کے ساتھ ساتھ سیاسی اختلافات ،قضیوں اور باہمی جھگڑوں میں امن وصلح جوئی کا ماحول قائم رکھنے میں بہت مددومعاون تھی۔انہوں نے سمرقند کو تین بار تیموریوں کی باہمی جنگوں سے بچایا۔اسّی سال کی عمر میں بھی ان کی ذات قیامِ امن کے لیے پیش پیش رہتی تھی۔خصوصاً جب عمر شیخ مرزا نے اپنے خسر منگول خان یونس کے ساتھ سلطان احمد میرزا کو سمرقند سے نکالنا چاہا۔احمد میرزا کی درخواست پر خواجہؒ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور دونوں فوجوں کے درمیان اپنا خیمہ قائم کر دیا۔ بالآخر فریقین صلح پر آمادہ ہوگئے۔صرف خان یونس کو تاشقند پر قبضہ مل گیا،مگر سلطان احمد میرزا سمرقند پر قابض رہا۔احمد میرزا کے مرنے پر اس کا برادرِ خرد محمود مرزا اپنی بدکرداری کی وجہ سے خواجہؒ کے انتقال کے بعد ہی سمرقند پر قبضہ کر سکا۔

عمر شیخ مرزا بھی خواجہؒ کی بہت عزت کرتا تھا۔خواجہؒ ہی نے ظہیر الدین محمد بابر کا نام تجویز کیا تھا۔بابر،خواجہؒ کے انتقال کے بعد بھی ان کا احترام کرتا رہا، جس کا ایک بڑا ثبوت اس کے ہاتھوں رسالۂ والدیہ کا منظوم ترجمہ ہے۔

خواجہ عبید اللہؒ کو شیخ بہاء الدینؒ کے جانشین شیخ یعقوبؒ چرخی (855/1447-48) نے سلسلۂ نقشبندیہ میں داخل کیا تھا۔خواجہؒ کی وجہ سے سلسلۂ نقشبندیہ، وسط ایشیا کا اہم ترین صوفی سلسلہ بن گیا۔رسالۂ والدیہ کے علاوہ بھی ان کی کئی تصنیفات ہیں لیکن بابر کے رسالۂ والدیہ کے ترجمے نے اسے سب سے زیادہ شہرت عطا کی۔

خواجہ عبید اللہؒ کا انتقال تقریباً 89 سال کی عمر میں ، سمرقند میں ہوا۔ وہیں وہ مدفون ہیں۔علی شیر نوائی نے ''خلد برین'' سے تاریخِ وفات نکالی۔

896ھ



www.maktabah.org

# رسالۂ والدیہ

## خواجہ عبید اللہ احرار سمرقندیؒ

فارسی نثر سے اردو ترجمہ

**مختار احمد کاشف**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الاحد بذاتہ و کبریآئہ الواحد بصفاتہ واسمآئہ۔والصلاۃ علی من تجلی لہ بذاتہ مع جمیع صفاتہ۔ بعد افائہ عن الکل محمد الذی اوتی جوامع الکلم لیکمل بھا طوائف الامم و یعلم جمیع الخلایق لطائف الحکم ، و علی آلہ و اصحابہ الذین کشفوا الحجب عن جمال و جھہ الباقی۔



www.maktabah.org

(تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اپنی ذات
میں یکتا ہے اور بڑائی میں بھی اور جو اپنے اوصاف اور
اسماء میں بے مثال ہے۔ اللہ پاک کی رحمتیں ہوں اس
ذات پر جس پر اللہ نے اپنی تمام صفات کی تجلّیات
نازل فرمائیں، یعنی محمد ﷺ پر جن کو جامع کلمات
عطا ہوئے تاکہ ان کے ذریعے سے دنیا بھر کی تمام
قوموں کی زندگیوں کو مکمل کر دے اور تمام مخلوقات کو
دانائی کی لطیف لطیف باتوں کی تعلیم دے اور پھر رحمتیں
نازل ہوں آپ ﷺ کی آل پر اور آپ ﷺ کے
اصحابؓ پر جنھوں نے اللہ پاک کی باقی رہنے والی ذات
کے چہرے کے جمال سے پردوں کو ہٹا دیا۔)

امابعد:

اس کتابچے کی تالیف کا سبب یہ تھا کہ اس فقیر کے والدِ محترم نے اس کے بارے میں حُسنِ ظن کی بنا پر اس خواہش کا اظہار کیا کہ اہل اللہ کے اقوال پر اور ان کی زندگیوں کے بارے میں ایسی ایسی باتیں تحریر کر دوں جن کو معمولات بنانے کے بعد روحانیت کے اعلیٰ مدارج حاصل ہو جائیں اور حقیقی علوم کی تحصیل بھی ممکن ہو، لیکن یہ نظری بحثوں اور منطقی دلائل سے پاک وصاف ہوں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا، اللہ پاک اس
کو ایسا علم عطا فرمائے گا جو اس کے پاس نہ تھا (یا اس کو



www.maktabah.org

اس چیز کا علم عطا کرے گا جس کا علم اسے پہلے نہ تھا۔)

والدِ گرامی کے حکم کی اطاعت بہر حال مجھ پر فرض تھی اور اللہ پاک کی شانِ ربوبیت کے احترام ولحاظ کا تقاضا بھی یہی تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فقیر پر اگر اللہ پاک کی صفتِ ربوبیت کے اثرات مرتب ہوئے ہیں تو وہ ان بزرگوں یعنی اہل اللہ ہی کے ذریعے ہوئے ہیں۔

بعض اہل اللہ نے اس بیان کی مزید تصدیق میں کہا ہے کہ اللہ پاک کی صفتِ ربوبیت کے پیش نظر، آداب یہ ہیں کہ جن مظاہر نے ربوبیت کے اثر کو قبول کیا ہے، ان کی تعظیم ان کے مظہر ہونے کی بنا پر ضروری قرار پاتی ہے۔ اس لیے کہ اس تعظیم کی اہمیت قرآن پاک کی اس آیت سے اجاگر ہو جاتی ہے:

وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْر (البقرہ:210)

(اور تمام امور کا آخری مرجع اللہ پاک ہی کی ذات ہے (وہی ان کا اصل مقصود ہے اور وہی اصل فیصلہ کرنے والا ہے۔ سب معاملات اس کے سامنے پیش ہوں گے)

☆

اس مختصر (سے کتابچے) میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے جس کی بدولت اللہ پاک کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کتاب کے ناظرین اور قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اس مختصر (کتابچے) کے مؤلف کو اس کی عبارتوں میں تلاش نہ کریں بلکہ اس کو حق کے زیرِ تصرف اس طرح سمجھ لیں جس طرح لکھنے



www.maktabah.org

والے کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے، لہٰذا اگر یہ مؤلف کی طرف توجہ نہیں کرتے (اور اصل عبارت کو ملحوظِ نظر رکھتے ہیں) تو پھر ان کا شمار ایسے لوگوں کے زمرہ میں ہو جائے گا جن کو اللہ کی ذات سے بغیر کسی واسطے کے علوم حاصل ہو جاتے ہیں، اس لیے ان کے آگے مجازی وجود عدم کے حکم میں ہے (یعنی معدوم ہے)۔ جیسا کہ بعض عارفین نے اہلِ نظر کو مخاطب کر کے کہا تھا:

**اخذتم علومكم عن الرسوم ميتا عن ميت و اخذنا علومنا من الحیّ الذی لا یموت و من کان وجوده مستفاداً من غیره فحکمه عندنا حکم اللاشی فلیس للعارف معول وجوده غیر الله البته بالله استعین و علیه اتوکل و لا حول ولا قوه الا بالله۔**

(تم نے دنیاوی رائج طریقوں کے مطابق علوم کا اکتساب کیا ہے لیکن علم حاصل کرنے والا بھی ایک نہ ایک دن مر جانے والا ہے اور علم سکھانے والا بھی فانی ہے، جب کہ ہم نے اپنے علوم اس ذات سے حاصل کیے ہیں جو زندہ پائندہ ہے اور جس کو موت نہیں، اس طرح جس چیز کا وجود اپنے سوا کسی اور چیز سے وابستہ ہے وہ ہماری نظر میں لاشے ہے، یعنی کوئی شے نہیں ہے، لہٰذا عارف کے لیے اس کے وجود کا سہارا سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں ہو سکتا، میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں، اسی پر توکل رکھتا ہوں اور کوئی طاقت اور تدبیر ایسی نہیں جو خدا



www.maktabah.org

کے بغیر موثر ہو سکے۔)

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ
اِلَّالِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:56)

(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے
پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔)

مفسرین فرماتے ہیں، اس آیت میں عبادت سے مراد معرفت ہے، اس لیے عبادت، ظاہری اعمال سے تعلق رکھتی ہے اور ظاہری اعمال پر اعتبار و قیاس کرنا درست نہیں ہے، نیز خلقت (تخلیق کرنے) کے عمل یا مخلوقات سے مراد یہ ہے کہ تخلیق کا عمل یا مخلوقات ظاہری اعمال سے خالی نہیں ہیں بلکہ ظاہری اعمال معرفت کے تابع ہیں اور معرفت ہی اس اصل مقصود بالذات ہے۔ بعض صوفیاء نے لِيَعْبُدُوْن (تا کہ وہ میری عبادت کریں) کو اس کی اصل حقیقت سے منسلک کر دیا ہے (گویا ہر ایک کا پیمانۂ معرفت اس کے اپنے احوال و کوائف کے مطابق ہوا کرتا ہے) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان صوفیاء کے نزدیک عبادت دونوں ظاہری اور باطنی اعمال پر حاوی ہے جب کہ معرفتِ باطنی کا تعلق اعمال سے ہے، لہٰذا اوپر مذکورہ تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

تمام محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیے بغیر اللہ پاک کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور آپ ﷺ کی اتباع اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے یہ علم ہو جائے کہ کس چیز میں آپ کی اتباع کی جانی چاہیے اور یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تین چیزیں وابستہ نظر آتی ہیں،



www.maktabah.org

1۔قول 2۔عمل اور 3۔کیفیت یا حال

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا تعلق آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے ہے، آپ ﷺ کا فعل ظاہر سے تعلق رکھتا ہے جب کہ آپ ﷺ کا حال باطن کے ساتھ وابستہ ہے۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں اتباع کی جانی چاہیے، اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عارف باللہ کے لبوں پر کوئی ایسی بات نہیں آنی چاہیے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف ہو، مثلاً غیبت، دروغ گوئی اور ہر وہ بات جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہو، بلکہ وہ زبان پر ایسے الفاظ لائے جو ہمیشہ دل کی نورانیت کا سبب ہوں (اور اس میں اضافہ کریں)، مثال کے طور پر قرآن کی تلاوت کی جائے اور ان ماثور دعاؤں کا التزام کیا جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعتہً ثابت ہیں اور بندگانِ خدا کو ترغیب دے کہ ان کی (حضور ﷺ کی) شریعت کی متابعت کریں اور چاہیے کہ قرآن پاک اور دعائیں ایسی پڑھے جن پر اس کی زبان کو عبور ہو، تاکہ جو کچھ دل میں ہو زبان اس کی صحیح اور بھرپور ترجمانی کرے (ورنہ یہ جھوٹی گواہی ہوگی یعنی دل میں کچھ اور ہے اور زبان کچھ اور اقرار کر رہی ہے) اگر اُمّی ہے یعنی قرآن مجید کو نہیں پڑھ سکتا ہے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ قرآن اللہ پاک عزّ وجل کا کلام ہے اور نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ اس کو سیکھنا شروع کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کی اتباع کا مقصود یہ ہے کہ معرفتِ حق کا طالب اپنے ظاہر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے سنوار لے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طرزِ حیات کو (کسی پل بھی) ترک نہ کرے، اس



www.maktabah.org

لیے کہ جس قدر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ترک کیے رکھے گا اسی قدر اس کو (روحانی) خسارہ اٹھانا پڑے گا۔ اسی طرح ضرورت پڑنے پر، اپنے مومن بھائیوں کی ہر معاملے میں مدد کرنا، اپنے ہاتھوں پاؤں اور زبان سے ان کی حاجت روائی کرنا سراسر صفائے قلب اور اس کی نورانیت کا سبب ہوگا۔ اس سلسلے میں خاص کر ان لوگوں کی امداد اور معاونت کرنا زیادہ نفع کا سبب ہوگا جو اپنی لو خدا سے لگائے ہوئے ہیں، اس لیے کہ ان لوگوں کو اللہ پاک نے اپنی محبت کا نمونہ بنایا ہے اور وہ (طالبِ معرفت) خود بھی اسی بات کو پسند کرے کہ اس کی توجہ ہمیشہ اللہ پاک کی طرف ہی مبذول رہے، اس لیے کہ اللہ پاک کی توجہ کی کیفیت میں ان کے دل میں ذاتِ الٰہی کے جمال کا عکس نمایاں ہوتا ہے، لیکن چوں کہ وہ ہوتے تو انسان ہی ہیں اس لیے ان کو کھانے پینے کی اشیاء، رہنے کے لیے گھر اور پہننے کے لیے کپڑوں کی ضرورت رہتی ہے، اس صورتِ حال میں دنیاوی آلائش سے ان کا تعلق جس قدر رہے گا، اسی قدر ان کے دل کے آئینے میں غبار سا ظاہر ہوگا اور اسی قدر ذاتِ الٰہی کے جمال کے مشاہدے سے وہ دُور رہیں گے۔ اگر کسی صاحبِ دولت کو اللہ پاک ان محتاج لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمادے تو اس کو بھی ان کو حاصل ہونے والی برکاتِ الٰہیہ سے حصہ ضرور ملے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان بندگانِ خدا کی ضروریات کو پورا کر دیا جائے گا تو ان کی توجہ ذاتِ حق ہی کی طرف مرکوز رہے گی اور ان کا یہ حال و کیف برقرار رہے گا۔ آپ یوں کہہ لیجیے کہ صاحبِ دولت شخص نے ان کی حاجت روائی کرکے گویا ان کے دلوں کو اللہ پاک کی توجہ کا مرکز بنا دیا ہے۔ اس بات کو ہم مزید بہتر انداز میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان اہل اللہ کی حاجتوں کو پورا کرنے والے صاحب



www.maktabah.org

دولت کی ذات، اللہ پاک کے صفاتی نام ''الکافی'' کے ایک مظہر کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اللہ پاک کی ایسی صفت کے اظہار پر یعنی ان اہل اللہ کی ضروریات پوری کرنے کی توفیق ملنے پر اللہ پاک کا شکر گزار رہے، اگر وہ شکر گزار رہے گا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ صاحبِ دولت نے اپنی ذات کو درمیان سے نکال دیا ہے (وہ یہ سارا کام اللہ پاک کی خوشنودی کے لیے کر رہا ہے) اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ پاک کی کسی ایک صفت سے متصف ہو جائے، دوزخ کی آگ کا اس سے کوئی کام نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن، نفس، دل اور سِرّ جیسے کئی روحانی مراتب رکھتا ہے اور ان سب مراتب میں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو کمال عطا کر دیا ہے جو، ہر مرتبے کے لائق ہے اور جب تک اتباع کرنے والے کو یہ علم نہ ہو کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس چیز میں اتباع کر رہا ہے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ذریعے نفس، دل اور سِرّ میں روحانی اثرات نظر نہیں آسکتے۔ یہ الگ سچائی اپنی جگہ قائم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام تر روحانی مراتب کا کامل ادراک نہ کسی نبی کی ذات کے لیے ممکن ہے اور نہ ہی کسی ولی کے لیے، لیکن ہر شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری اتباع کی بدولت ان کمالات میں اپنے حصے کی برکات بقدرِ متابعت ضرور حاصل ہو جائیں گی۔

نفسِ نبی کریم ﷺ کی اتباع سے، مرتبۂ نفس کی مخصوص اصطلاح کے تناظر میں مراد یہ ہے کہ نفسانی خواہشات کی مخالفت کی جائے اور ہر اس شے سے اجتناب کیا جائے جو شریعت کے خلاف ہو۔ پابندیِ دوام کے ساتھ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے بعد نفس کا نبی کریم ﷺ کے نفس کے ساتھ ایک



www.maktabah.org

طرح کی مناسبت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور اس مناسبت کے مطابق اتباع کرنے والے کے نفس پر نبی کریم ﷺ کے نفس کی صفات جلوہ ریز ہونے لگتی ہیں۔ اس کی مثال یوں ہے جیسے فتیلہ سے دھواں اٹھ رہا ہے، اس دھوئیں کی مناسبت سے فتیلہ کا آگ سے ایک تعلق ہے اور وہ اس تعلق کی مناسبت سے آگ کو جذب کر رہا ہے اور اس سے دھواں نکل رہا ہے۔ یہی حال روحانی کوائف کا ہے۔ جس قدر اتباع کرنے والے کا نفس، نفسِ رسول ﷺ کی کیفیت سے ہمرنگ ہوگا، اسی قدر اس پر اس کے اثرات بھی مرتب ہوں گے (اور یوں پیروی کرتے کرتے وہ روحانیت کے ارتقائی مدارج حاصل کرتا چلا جائے گا)۔

(اس طرح اتباع کرنے والا جس مرتبہ میں اتباع کرے گا، اس مرتبہ سے مناسبت کے مطابق ہی اس کے اپنے مرتبے میں اثرات مرتب ہوں گے۔ اگر مرتبۂ نفس ہے تو نفس پر، مرتبۂ دل ہے تو دل پر اور اگر مرتبۂ سِرّ ہے تو اس کے مرتبۂ سِرّ پر اثرات واقع ہوتے جائیں گے اور اتنا ہی کمال بھی حاصل ہوگا۔) اور جب کمال اس مرتبے کا ہوگا جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے تو پھر اللہ پاک اتباع کرنے والے فرد سے محبت کرنے لگے گا اور اس کو اپنی ذات کے اسرار سے آگاہ کردے گا۔ ارشادِ باری کے مطابق:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(آل عمران:31)



www.maktabah.org

(اے نبیؐ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ پاک
سے محبت کرتے ہو تو پھر میری اتباع کرو۔ اس طرح اللہ
پاک خود تم سے محبت کرنے لگے گا۔)

حضرتِ حق اسے اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور اپنا محرمِ اسرار شمار کرتے ہیں، اگرچہ درحقیقت محبت و دوستی کا یہ رشتہ رسول اکرم ﷺ کی ذات سے ہی استوار ہے اور خدائی محبت و دوستی بھی اس لیے حاصل ہوتی ہے کہ اتباع کرنے والا رسول اکرم ﷺ کی صفات سے متصف ہوتا ہے۔ اگرچہ ان صفات سے متصف ہونا بھی ایک استعداد ہے اور یہ استعداد بھی محض اللہ پاک کا فضل و کرم ہے۔ اگر آپ اس نکتے پر غور کریں گے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ اللہ پاک ہر مرتبے میں اپنی ذات کے سوا کسی کو محبوب نہیں ٹھہراتا یعنی ہر مرتبہ میں اس کا مقصود یہ ہے کہ بندگان خدا کا رشتۂ محبت، خدا ہی سے استوار رہے۔ شعر ملاحظہ ہو ؎

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ چہ قرار است
بہ زیرِ پردہ مگر خویش را خریدار است

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ (اللہ پاک ان سے محبت
کرتا ہے اور وہ اللہ پاک سے محبت کرتے ہیں) یہ
کیسا اقرار و بیان ہے؟ دیکھا جائے تو درپردہ اللہ پاک
خود اپنا خریدار ہے۔

(صوفیانہ نقطۂ نظر کے مطابق) آئینۂ دل میں جس ذات کا جمال منعکس ہو رہا ہے اس کو اپنا محبوب بنانا، مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ اپنی ذات کا مشاہدہ اس آئینۂ جمال میں ہو جائے۔ گویا محبوب بنانے کا یہ سارا



www.maktabah.org

عمل صرف اور صرف اس لیے ہے کہ صوفی عارف خود کو اپنا محبوب بنالے (یا یوں کہیے کہ وہ اپنی ذات کو دوست کے اندر لے جا کر بٹھادے)۔

حق تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کے وجودات کے آئینے میں ان کی استعداد کے مطابق ہی اپنی ذات کا پرتو ڈالتا ہے اور اپنی صفات کی روشنیاں اور تجلّیاں بکھیرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ تجلّیات کے آثار کے ظہور کے وقت استعدادِ قبولیت جتنی مکمل ہو، اتنی ہی فضیلت بعض نبیوں کو دوسرے نبیوں پر ملی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّيْنَ عَلٰى بَعْضٍ

(الاسرا:55)

(ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔)

اس آیت میں اسی فضیلتِ انبیاء علیہم السلام کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کے آئینۂ باطنی کی استعدادِ جوہری تمام انبیاء کے مقابلے میں زیادہ کامل و اکمل ہے اس لیے سب انبیاء سے بڑھ کر آپ کی ذات کے آئینۂ باطنی پر اللہ پاک کی ذات کا پرتو اور اُس کے اسماء و صفات کی روشنیاں منعکس ہوئیں، اور پھر آپ ﷺ کی امت کو اتباع کے سبب نبی کریم ﷺ پر منعکس ہونے والی جملہ تجلّیات سے حصہ ملا ہے۔

ارشادِ باری کے مطابق:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ (آل عمران:110)

(''تم بہترین امت ہو'' کا خلعتِ فاخرہ آپ ﷺ کی امت کو عطا ہوا۔)

یہی وہ باریک نکتہ ہے جس کا اظہار پیغمبرِ خدا ﷺ نے ان الفاظ میں کیا ہے:



www.maktabah.org

وَ لَقَد تَمَنَّی اِثنَا عَشَرَ نَبِیّاً أَنَّھُم کَانُو ا مِنۡ اُمَّتِی (بارہ انبیاء ایسے ہیں جنھوں نے یہ تمنا ظاہر کی ہے کہ کاش وہ میری امت سے ہوتے)۔

گویا یہ انبیاء اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی امت کو وہ کمال حاصل ہے جو کسی اور امت کو نہیں ملا (یعنی ان کی امت دوسری امتوں کے مقابلے میں مکمل واکمل ہے)۔ان کو اس بات کا بھی علم تھا کہ اس کمال کا حصول بھی تو نبی کریم ﷺ کی اتباع ہی سے وابستہ ہے اور یہ انبیاء کی بلند ہمتی ہے کہ وہ اپنے لیے اس کمال کا تقاضا کرتے ہیں۔

چوں کہ یہ بات طے ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع کے بغیر روحانیت کے بلندترین مراتب تک نہیں پہنچا جاسکتا، اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجانی چاہیے کہ آپ ﷺ کی اتباع ہر ایک کے حسبِ حال اس طرح ممکن ہے کہ اتباع کرنے والے کا دل ''غیرِ حق'' کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھے اور ہر طرح کے دنیاوی رشتوں اور معاملات سے بالکل منقطع ہوجائے، اور یہ کیفیت بغیر محبت کی استعداد کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ محبت کا جوہر اگرچہ اللہ پاک کی کرم نوازیوں میں سے ہے لیکن اس کا حصول چند شرائط کی بنا پر ہی بتدریج ممکن ہے۔اس محبت کا اصل سرمایہ یہ ہے کہ معرفتِ حق کا طالب اور سنتِ رسول ﷺ کی اتباع کرنے والا اپنے دل کو اللہ کی ذات کے سوا ہر قسم کی محبت سے خالی کردے۔ محبت کا ابتدائی طریقہ یہ ہوتا ہے کہ محبوب کا نام زبان پر بار بار آتا ہے اور دل میں بھی اسی کی یاد کی حکمرانی ہوتی ہے۔ دل یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ محبوب ہی کا نام ہے اور یہ کیفیت تب حاصل ہوسکتی ہے جب اتباع کرنے والا کسی لمحے ذکرِ محبوب سے غافل نہ ہو، یہاں تک کہ دل میں سے گزرنے والے خیالات اور واہموں کی بجائے صرف ذاتِ خدا ہی کا خیال غالب رہے۔ جب دل کی



www.maktabah.org

کیفیت ایسی ہو جائے تو پھر اس کو ہاتھ سے جانے نہ دے اور ذکرِ محبوب کو اپنا دائمی وظیفہ بنائے رکھے حتیٰ کہ یادِ الٰہی کی لذّت سے قلب کو لذّت سی محسوس ہونے لگے۔ پھر اس لذّت کو برقرار رکھنے کی کوشش بھی کرے تا کہ دل کو اس لذتِ محبوب کے سوا کسی اور چیز کی لذّت سے کوئی علاقہ ہی نہ رہے۔ دل پورے کا پورا اسی کیف کی لذت سے سرشار رہے۔ اگر وہ چاہے بھی کہ کسی اور چیز کی لذّت کی طرف دل کو آمادہ کر لے تو ایسا نہ کر سکے۔ یہی وہ حال و کیف ہے جس میں اتباع کرنے والوں کو حضرتِ حق کے حضور میں ''مکالمہ ومناجات'' کا ایک خاص مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے، اور حال یہ ہو جاتا ہے کہ جب کوئی بات کرتا ہے تو وہ اللہ ہی کے ذریعے سے کرتا ہے۔ اگر وہ کسی چیز کو غور سے دیکھ رہا ہو تو حقیقت میں اس کو وہاں اللہ ہی دکھائی دے رہا ہوتا ہے اور وہ اسی کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

از بس کہ دو دیدہ در خیالت دارم

در ہر چہ نظر کنم تو می پندارم

(میری دونوں آنکھیں تیرے خیال پر مرکوز ہیں۔

میں جس چیز پر بھی نظر جماتا ہوں اس میں، میں یہ سمجھ رہا ہوتا ہوں کہ ''تُو'' (وہاں نظر آ رہا) ہے۔)

یہ وہ مرتبہ ہے جس میں (اہل اللہ اور) رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرنے والے کو اپنی ذات میں کھوئے بغیر حضوری کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ پاک کے جمالِ ذاتی کی روشنیاں اس کے دل پر پڑتی ہیں، یہاں تک کہ اس کیفیت میں وہ اللہ پاک کے جمال کا مشاہدہ بھی کر لیتا ہے۔ اس کو ایسے کان مل جاتے ہیں جن کے ذریعے وہ سنتا ہے اور اس کو ایسی زبان مل جاتی ہے جس کے ذریعے وہ مناجات کرتا ہے، اور جب یہ



www.maktabah.org

کیفیت مستقل ہو جاتی ہے تو پھر ظاہری اعمالِ دنیاوی میں مشغول رہنے کے باوجود اللہ پاک کے ساتھ اس کا معنوی رشتہ قائم رہتا ہے۔ گویا دنیاوی اعمال رکاوٹ نہیں بنتے، اس لیے کہ ایسے شخصِ کامل کا باطن، اللہ پاک کے حضور مناجات اور اس کے مشاہدے کے کیف سے مربوط ہوتا ہے اور ظاہری طور پر وہ مخلوقات کے ساتھ اپنے معاملات نباہتا ہے۔ سالک کی اس طرح کی پرسائی کی طرف اس شعر میں بھی اشارہ ملتا ہے، جسے حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں ؎

اِنِّی جَعَلْتُكَ فِی الْفُؤَادِ مُحَدِّثِی

وَ اَحْبَبْتُ جِسْمِی لِمَنْ أَرَادَ جُلُوْسِی

فَالْجِسْمُ مِنِّی لِلْجَلِیْسِ مؤَانِس

وَحَبِیْبُ قَلْبِیْ فِی الْفُؤَادِ انِیْسِی

ترجمہ:

(1) میں نے تجھ کو اپنے دل میں میرے ساتھ باتیں کرنے والا بنالیا ہے اور میں نے اس کے لیے اپنے جسم سے محبت کی ہے جو میرا انیس ہے۔

(2) یعنی میرا جسم میرے ہم نشین کے لیے انسیت و محبت کے جذبات رکھتا ہے اور میرے دل کا حبیب میرے فؤاد (عقل و شعور و ذہانت) کے نہاں خانے میں میرا انیس بن کر موجود ہے۔



www.maktabah.org

نیز ؎

از درون شو آشنا و از برون بیگانہ وش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہان

ترجمہ:

اندر (باطن) سے آشنا (واقف) بنے رہو

اور باہر سے بیگانوں کے سے بن کر رہو۔ اگر چہ یہ ایسا

اسلوب ہے جو اچھا تو ہے مگر دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

جس کسی صاحبِ دولت کا دل اس دنیا میں رہتے ہوئے، اللہ پاک کی ذات سے رشتہ جوڑ لے تو وہ جب وہ اس دنیا سے سفرِ آخرت پر روانہ ہوگا اور اس کی روح بدن سے جدا ہوگی تو وہ بغیر کسی رکاوٹ کے واصل باللہ ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ اس کو دنیا میں بھی وصل کے رشتے کی کیفیت حاصل تھی مگر کبھی کبھی بشری تقاضوں کے نتیجے میں اس کے دل پر ایک باریک سا پردہ آجاتا تھا، لیکن روح کے بدن سے کٹ جانے کے بعد بشریت کے ذریعے آڑے آنے والا پردہ باقی نہیں رہتا۔ اور یوں روح کے، بدن سے الگ ہو جانے کے بعد اللہ کی ذات سے اتصال میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، اس کیفیت کو ہم ایک مثال کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر اگر کسی مرد کو کسی صاحبِ جمال کا شیفتۂ دیوانہ بنانا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو بتا دیتے ہیں کہ فلاں شہر اور فلاں محلے میں ایک ایسا صاحبِ جمال رہتا ہے، تمہیں چاہیے کہ اس سے دوستی اور محبت کا رشتہ پیدا کر لو، اس لیے کہ اس کے ساتھ دوستی میں بہت لذت



www.maktabah.org

ہے، اس طرح اس (صاحبِ جمال) کی بابت باتیں سن کر وہ اسی کی طرف رغبت محسوس کرتا ہے، اس لیے کہ آدمی فطرتاً اس چیز سے میل رکھتا ہے جس کی دوستی میں اس کو لذت حاصل ہوتی ہو لیکن اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کس طریقے سے اس کی دوستی حاصل ہو سکتی ہے، پھر لوگ اس کو یہ طریقہ بھی بتاتے ہیں کہ دوستی پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم اس کا نام بکثرت لو اور دل میں سوائے اس کے کسی اور کے خیال تک کو نہ آنے دو، اگر وہ ایسا کرنے لگے گا تو پھر (اس کے دل میں) کشش اور رغبت کی کیفیت اور زیادہ ہو جائے گی اور جب وہ اس کیفیت کو مستقل رہنے دے گا تو اس کو صاحبِ جمال کی محبت میں لذت بھی زیادہ آنے لگے گی۔ جب لذت زیادہ آئے گی تو اس کے دل میں اس کے لیے کشش بھی بڑھے گی اور جب کیفیتِ لذت اس کے ہاتھ سے نہیں جائے گی تو اس کا اپنا اختیار (پسند و ناپسند) اس کے ہاتھ میں نہیں رہے گا، پھر اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ چاہتے نہ چاہتے دونوں صورتوں میں وہ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اس پر قائم رہے گا، اس کیف کے بعد اس کے دل کی ساری کی ساری کائنات پر اسی کی محبت غالب آجائے گی، پھر اس کو کسی اور کا اندیشہ اور خیال تک نہ آئے گا اور وہ محبوب کے ساتھ انتہائی مشغول ہونے کے باوجود محبوب کے نام کو بھی بھول جائے گا۔ اس صورتحال میں محبت کا غلبہ اس پر طاری ہو جائے گا اور پھر وہ اپنی ذات کے دونوں پہلوؤں یعنی محبّ و محبوب کو وحدتِ صَرف کی شکل میں ایک ہی رنگ میں دیکھے گا یعنی ایک ہی رنگ کو غالب دیکھے گا، (یعنی اس کو خالص یکتائی ہی نظر آئے گی، یہ خالص یکتائی کیا ہے، تصوف کی اصطلاح میں یہ ''وحدتِ صَرف'' کہلاتی ہے اور جن دو پہلوؤں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ دراصل طالبِ حق کے دو کیف ہیں۔ ایک



www.maktabah.org

کیف میں یہ محبت کرنے والا ہوتا ہے جب کہ اس کا دوسرا کیف اس ذات کی تاثیر ہے جس کو وہ اپنا محبوب سمجھتا ہے۔ گویا اس کیف میں طالب و مطلوب میں دوئی کا شائبہ تک نہیں رہتا)۔

جب یہ معلوم ہوا کہ کسی چیز کی محبت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسی کے نام کو بار بار یاد کرنے میں خود کو مشغول رکھا جائے تو پھر اس کے مطابق بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ تمام اذکار میں سب سے افضل لا الٰہ الاّ اللہ کا ذکر ہے، اس لیے کہ یہ کلمہ نفی و اثبات کا مرکب ہے، بندے کو جو ''حجاب'' حاصل ہوتا ہے تو وہ اس کے دل میں ''صورتِ کونیّہ'' کا نقش جم جانے کے سبب حاصل ہوتا ہے، اس نقش میں غیر کا اثبات ہوتا ہے اور حق کی نفی، اس بنا پر جب تک یہ حجاب مٹ نہ جائے، قربِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اثباتِ حق کیا جائے اور حق کے غیر کی نفی، اور اس مذکورہ ذکر کے اندر بھی یہی مفہوم ہے۔

لہٰذا مبتدی (NOVICE) اگر چاہتا ہے کہ مشغول ہوجائے تو سب سے پہلے اس کو اَمل کو (یعنی امنگوں اور آرزوؤں کو) مختصر کرنا ہوگا۔ وہ اپنی زندگی کو اس سانس میں محصور سمجھ لے جو وہ لے رہا ہے یا جو اس کے اندر ہے اور اس سانس کو وہ زندگی کی آخری سانس سمجھتے ہوئے لا الٰہ الاّ اللہ کے ذکر میں خود کو اس طرح مشغول کرلے کہ لا الٰہ الاّ اللہ میں اس کو ہر چیز جو غیر حق نظر آئے، اس کو نکال باہر کرے، اور پھر الاّ اللہ کے اندر اللہ پاک عزّ وجل کو اپنے معبود و محبوب کی صورت میں جلوہ گر ہوتے ہوئے دیکھے، چنانچہ جتنی بار وہ لا الٰہ الاّ اللہ کہے، اتنی بار دل میں یہ کہے کہ حق تعالٰی کے سوا کوئی بھی معبود (لائقِ عبادت) نہیں ہے اور وہ اس کیفیت میں اس قدر مشغول ہوجائے کہ ذکر کو چنداں منقطع نہ



www.maktabah.org

ہونے دے بلکہ ہر حال میں اس ذکر میں مشغول و مصروف رہے۔ اگر کبھی اچانک غفلت کا شکار ہو جائے تو ایسا ممکن ہے۔ آپ خود ہی بتائیں کہ اگر کسی آدمی کا قیمتی موتی کہیں کھو جائے اور پھر اس کو دوبارہ یاد آ جائے (یا مل جائے) تو اس کے ملنے پر (مارے خوشی کے) اس کا کیا حال ہوگا، لہٰذا خدا کے ذکر سے کسی وقت اچانک غافل ہونے کے بعد جب اس کو یاد آ جائے گا تو اس کا دل بھی اسی طرح مارے خوشی کے بے حال ہو جائے گا، اگر وہ ذکرِ الٰہی پر قائم رہے گا تو اس درجہ پر پہنچ جائے گا کہ بظاہر اس کو ترک بھی کر دے گا تو بھی اس کا دل ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے گا اور اس حال کا ہونا دلیل ہے (اس بات کی) کہ اس کا دل ذکر (الٰہی) سے متاثر ہوا ہے، لیکن وہ اس کیف کو کافی نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ذکرِ الٰہی میں یوں مشغول رہ کر اس درجے تک جا پہنچے کہ ذکرِ الٰہی باقی دوسرے تمام خیالات و خواہشات پر غالب آ جائے، اور یہ ایسا کیف ہے جس میں دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہی غلبہ نظر آتا ہے۔ دل غیر اللہ کی محبت سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے اور جب دل کا رشتہ غیر اللہ سے منقطع ہو جائے تو پھر سمجھو اللہ پاک کے ساتھ اس کا تعلق نہایت درست انداز میں پیدا ہو چکا ہے اور یہ وہ وقت ہوگا کہ جب سلطانِ محبت اس کے دل پر حاوی آ جائے گا اور دل غیر (اللہ) سے خالی ہو جائے گا، اور جب اس طرح دل کا غیر (اللہ) سے تعلق نہ رہے تو حق سے تعلق درست ہو جائے گا۔ اب وہ بات کرے گا تو گویا اللہ نے بات کی ہے اور جس چیز میں وہ نظر دوڑائے گا تو سمجھو اس کو وہاں اللہ دکھائی دیتا ہے گویا وہاں اللہ ہی اس کے مدِ نظر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتِ حق نے دل کی تخلیق اس طرح کی ہے کہ وہ کسی لمحے بغیر تعلق کے نہیں رہ سکتا۔ اگر غیر اللہ سے اس کا تعلق ٹوٹے گا تو اللہ کی ذات سے اس کا تعلق استوار رہے گا، وہ



www.maktabah.org

چاہے یا نہ چاہے، اور پھر اس کیف میں اس کا دل ہمیشہ باتیں بھی کرے گا، باتیں سنے گا بھی اور اس کی بصیرت و بصارت بھی اپنا کام کرے گی، اور جب اس کی گویائی، بینائی اور شنوائی (سماعت) کا رشتہ غیر اللہ سے ٹوٹ جائے گا تو پھر یقیناً، یہ بات کرے گا تو اللہ کے ذریعے کرے گا، دیکھے گا تو اللہ کے ذریعے ہی دیکھے گا اور سنے گا تو اللہ ہی کے ذریعے سنے گا اور وہ ہمیشہ حق تعالیٰ کے ساتھ مرتبہ مُناجات کو استوار کیے رکھے گا۔ اس مرتبے میں پہنچ کر ذکر، دل کی ذاتی صفت بن جاتا ہے اور ذکر کی حقیقت جو حرف و صوت سے پاک ہوتی ہے، آئینۂ دل کے جوہر سے ہم آہنگ ہو جاتی ہے پھر پورے کا پورا دل حق تعالیٰ کو چاہنے لگتا ہے، اس چاہت کی دو کیفیات ہیں، ایک وہ کیفیت جس میں پورے کا پورا دل حق تعالیٰ کو محبوب محسوس کرتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے اور ایک وہ کیفیت ہے جس میں وہ یادِ خدا کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے، ان دو کیفیات میں فرق ہے، نیز پورے دل کے ساتھ چاہت والی کیفیت دراصل بہت زیادہ محبت کا نتیجہ ہوتی ہے جس کو عشق کا نام دیا جاتا ہے، جب عشق کے مرتبے میں مزید ترقی آتی ہے تو ذکر کرنے والے شخص کی موہوم ہستی، اس حقیقی ہستی میں فنا ہو جاتی ہے جس کا وہ ذکر کرتا ہے، یہ وہی مقام ہے جہاں ذاکر اور مذکور ایک ہو جاتے ہیں۔ ذاکر کی صفتِ ذاکریت، مذکور کی صفتِ مذکوریت میں ضم اور گم ہو کر رہ جاتی ہے اور پھر **لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہ** (جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو صرف اللہ ہی کو یاد کر رہا ہوتا ہے) کی حقیقت آشکار ہو جاتی ہے، اور ذاکر جب اپنی موہوم ہستی کو فنا ہوتے دیکھتا ہے تو تمام اشیا کی ہستی بھی اس کی نظروں میں معدوم یعنی نیست ہو جاتی ہے۔



www.maktabah.org

آیت کریمہ: **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ** (ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی عظمت و وجاہت کے [قصص:88]) کے اسرار سے پردے ہٹنے لگتے ہیں اور پھر **لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ** (آج بادشاہی کس کی ہے؟) **لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ** (خدائے یکتا وقہار کی [غافر:14]) کے چہرے سے نقاب ہٹ جاتی ہے۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ اتباع ہی بلند ترین مراتب کے حصول کا ذریعہ ہے تو مبتدی (نو آموز یا نو وارد) اگر یہ سعادت جلد حاصل کرنا چاہتا ہے تو پھر اس کو ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا چاہیے جن کا ظاہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہو اور جن کا باطن (جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں) ذکر کے ایسے مرتبے میں ہو کہ وہ کمالاتِ الٰہیہ کا مظہر بن چکے ہوں، اس لیے کہ حضرتِ حق جل جلالہ نے دل کی تخلیق ہی کچھ اس انداز میں کی ہے کہ وہ جس کسی کی صحبت اختیار کرے گا، اس کے اثرات ضرور قبول کرے گا، اور یہ بات خود اپنے ذوق سے بھی معلوم کی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی کسی مصیبت زدہ شخص کے پاس بیٹھے گا تو وہ بھی غمگین ہوجائے گا، اگر وہ کسی ایسے مردِ خدا کی صحبت اختیار کرے گا جس پر بَسط (کشادگیِ باطن) کی کیفیت غالب رہتی ہے تو اس پر بھی بَسط کی کیفیت غالب رہے گی (طبیعت پر قبض یعنی حبس کی کیفیت طاری نہیں ہوگی)۔ اگر وہ ایسے دو آدمیوں کی ہم نشینی اختیار کرتا ہے جن پر یہ دونوں کیفیات غالب ہوں تو اس کے سبب اس میں بھی یہ دونوں کیفیات غالب ہوجائیں گی، اور یہ سب دل کے کمال کی قابلیت ہے، اگر دل کے اندر اس طرح اثرات قبول کرنے کی صلاحیت نہ ہوتی تو کمالات کے حصول کی کوئی صورت ممکن ہی نہ ہوتی، لہٰذا جو بھی اہلِ باطن کی صحبت اختیار کرے گا، اس کے



www.maktabah.org

باطن پر ان کا باطن اثر انداز ہوگا اور اس کو کسی حد تک اللہ کی ذات کی طرف میلان اور کشش بھی محسوس ہوگی، اور جس قدر اس کو اللہ پاک کی طرف میلان و رغبت کی کیفیت حاصل ہوگی یہ بھی اتنا ہی ماسوا سے کٹ جائے گا۔ جس قدر وہ ماسوا سے الگ ہوکر رہے گا، اسی قدر اس کے اندر اللہ کی طرف میلان بھی پیدا ہوگا۔ گویا میلان اور انقطاع دونوں کے احوال ایک دوسرے کے متناسب ہوتے ہیں (میلان زیادہ ہے تو اس لیے کہ ماسوا اللہ سے انقطاع کی کیفیت زیادہ ہے۔ انقطاع زیادہ ہے تو اس لیے کہ مبتدی کا اللہ کی طرف میلان زیادہ ہے) اور پھر یہ میلان و انقطاع ایک ایسے مرتبے پر مبتدی کو لے جاتا ہے جہاں مبتدی کا کسی سے کوئی علاقہ نہیں رہتا۔ اس کیفیت میں وہ سرتاپا حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی صحبت کے اندر بلکہ ایک لحظہ میں، ان اہل اللہ کی رفاقت، اس کے باطن کو مکمل طور پر علائق سے الگ کردے اور یہ سراپا، حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، ذیل کے شعر میں مراتب روحانیہ میں سے کسی ایک مرتبے پر پہنچنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے، ؎

آنکہ بہ تبریز دید یک نظر شمس دین
طعنہ زند بر دھہ سُخرہ کند برجُلہ

(جو سرزمین تبریز میں شمس الدین کو ایک مرتبہ دیکھ
لے تو وہ عام انسانوں پر طعنہ زنی کرنے لگے اور
جُولاہے کا تمسخر اڑائے۔)

لیکن اس کیفیت پر ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بعض مشائخ عظام



www.maktabah.org

کا قول ہے کہ حق تعالیٰ تک رسائی تو آسان ہے لیکن اس (وصالِ ایزدی) پر ثبات واستحکام پیدا کرنا مشکل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس حال میں طالبِ حق کا باطن غیر اللہ سے پاک ہو، اس حال میں اس کو حق کا وصل ہو جاتا ہے، اس لیے کہ بغیر کسی تعلق کے یہ رشتۂ وصال قائم ہو ہی نہیں سکتا، جیسا کہ ہم نے پہلے ہی اس کے بارے میں کہا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ طالبِ حق کو کسی لمحے اللہ پاک کے ساتھ رشتۂ اتصال کے قائم ہونے کا علم نہ ہو، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ طالبِ حق کی استعداد کمزور ہو اور اس کو اپنی اس روحانی حالت کی انتہائی نزاکت کا احساس نہ ہوا ہو، لیکن کبھی کبھار حق تعالیٰ کی ذات سے متصل ہونے کا شعور بھی ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ بھی قوتِ استعداد ہی ہے اور پھر اس تعلق کا دائمی ثبات بھی ہے جو کہ نیکوکاروں کی دائمی صحبت اور باطن وظاہر میں ان کے ادب واحترام کے ذریعے ہی ممکن ہے، اگر وہ آدابِ صحبت میں سے کسی ایک ادب (طریقے) کو ترک کردے گا تو اس کی بنا پر وہ ان کے دل سے دُور ہو جائے گا اور جب ان کے دل سے دُور ہو جائے گا تو اس کا وہ حال باقی نہ رہے گا جو کیفیتِ اتصال کے سبب تھا یا جس کی بدولت اسے حق تعالیٰ کے ساتھ وصل کا شعور ہوتا تھا، اس لیے کہ یہ حال بھی طالبِ حق کو ان پاکبازوں کے دل کے ساتھ رابطے کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ دل کا دل کے ساتھ جو رابطہ ہوتا ہے، اسی کے ذریعے سے یہ فیض منتقل ہوتا ہے، پھر طالبِ حق کا حال، ان ہی پاکبازوں کے حال کی طرح ہو جاتا ہے اور جب ان کے دلوں سے طالبِ حق کا رابطہ نہ رہے تو اس کا یہ حال بھی باقی نہیں رہتا۔ اکثر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو ان پاکبازوں کی صحبت وہم نشینی کا ذوق حاصل ہو جاتا ہے لیکن ان کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی۔



www.maktabah.org

بی عنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

(حق کی عنایات اور حق تعالیٰ کے خاص بندوں کی صحبت کے بغیر، (انسان کی کوئی قدر و قیمت نہیں) اگر کوئی فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ رہ جائے گا۔)

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ لَہٗ الْحَمْدُ وَالْمِنَّہ
(واللہ اعلم، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔)



www.maktabah.org

# اشاریہ

## اسماء الرجال





www.maktabah.org

www.maktabah.org

## اسماء اماکن





www.maktabah.org

## اسماء کتب




www.maktabah.org

# کتابیات

## نظم

1۔ منظوم رسالۂ والدیہ (ترکی) خطی از دست ڈاکٹر عبدالسلام، جنیوا، سوئٹزرلینڈ، 1995ء
2۔ منظوم رسالۂ والدیہ (ترکی) تصحیح ڈاکٹر این اکمل ایوبی، علیگڈھ، 1968ء
3۔ منظوم رسالۂ والدیہ (روسی زبان) از ڈاکٹر انصارالدین ابراھیموف، تاشکنت، ازبکستان
4۔ منظوم رسالۂ والدیہ مع ترجمہ (انگریزی) از پروفیسر بودرولی جیتی

## نثر

5۔ رسالۂ والدیہ، فارسی، نثر، تصحیح ومقدمہ ڈاکٹر عارف نوشاہی، سہ ماہی تحقیقات اسلامی، سال نہم، شمارہ ۱، ۲

رسالۂ والدیہ ترکی خطی نسخہ جات در کتبخانہ سلیمانیہ وآیا صوفیا

6. CARULLAH 20055 Ubeydullah Ahrar b. Semerkendi es-sufi al ahrar Rysale-y V̂ALYDYYE 157-163 YK

7. HAMYDYYE 1457 43-52 YK

8. HYKYMOGLU 953(145) 15-20 YK

9. LALA YAMAYL 205 64-71

10. PERTEV PASA (611-1) Mustakimiade Sadeddin Suleyman b, Muhammad emin 47-54 YK

11. RASHED EDDENDI(362-2) YK-152-164 YK

12. ALY EMYRY FARSY(777) 50-60 YK

13. AYA SOFYA 4866

14. AYA SOFYA 404

15. SEHID ALI PASA 2993,2815

16. *Baburnama* , Eng. Tr. Mrs. A.N. Beveridge, Karachi, 1957



www.maktabah.org

17۔ وقائع بابری، فارسی ترجمہ از عبدالرحیم خانخاناں۔اردو ترجمہ، یونس جعفری، حواشی و جزئیات، حسن بیگ، کریکارڈی، اسکاٹ لینڈ، 2007
18۔ قمر رئیس، ظہیرالدین محمد بابر، کراچی ایڈیشن، 2004ء

19. M. Abdussalam, "The Poetry of Emperor Babur as a Mirror of Events in his Life and Times", the *Historicus*, No. 4, 2003

20۔ ڈاکٹر محمد صابر، بابر کا فارسی، ترکی اور اردو کلام، اردو نامہ، جلد دہم، اکتوبر۔دسمبر، 1962ء. ص ص: 65 تا 74

21. Dr. R. Nath, Mosques of Babur's Reign and their Curious Epigraphic Data(1626-30), *Historicus*, 2008, No. 4

22. William Erskine, *A History of India under Babur*, OUP, London, 1964

23. Harold Lamb, *Babur The Tiger*, London, 1962

24. S.M. Edwards, *Babur, Diarist & Despot*, Faisalabad, 1987

25. S. Lane-Poole, *Babur*, Clarevln Press, London

26۔ سید میر محمد، نصرت نامہ ترخان، تنقیح و حواشی، انصار زاہد خان، انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز جامعہ کراچی، 2000۔



www.maktabah.org

رسالۂ والدیہ از دیوانِ بابر، شائع شدہ، جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال 1910ء (اختتامی صفحات کا عکس)



www.maktabah.org

www.maktabah.org

www.maktabah.org

# Risalah'i Walidiyah

**Publication No. 88**

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الاحد بذاته وکبریائه الواحد بصفاته واسمائه والصلوة
علی من تجلی له بذاته مع جمیع صفاته بعد افنائه عن الکل محمد الذی
اوتی مع جوامع الکلم لیکمل بها طوایف الامم ویعلم جمیع الخلایق
لطایف الحکم وعلی آله واصحابه الذین کشفوا الحجب عن جمال وجه
الباقی اما بعد سبب تالیف این مختصر آن بود که والدین فقیر
رزقه الله تعالی ونشا الغنی بما فیه بنابر حسن ظنی که ایشان را
باین فقیر بود امر کردند باین فقیر باید که برای خاطر ایشان [?] سخنان
اهل الله که عمل باین سبب وصول بمقامات علیه و حصول علوم حقیقه
که خارج از طور نظر و استدلال است گردد کما قال النبی صلی الله علیه وسلم
من عمل بما علم ورثه الله تعالی علم ما لم یعلم و امتثال امر این فقیر
واجب نمود و اکرام [?] ادب با حضرت ربوبیت مقتضی این است
زیرا که وصول اثر ربوبیت حق باین فقیر او لا بواسطه ایشان است

وقال بعضهم فی الحقیقة از آداب حضرت ربوبیت آن است که
مظاهری که قبول اثر ربوبیت کرده اند تعظیم ایشان از حیثیت
مظهریت واجب داند زیرا که این تعظیم نیز بحکم والیه یرجع الامر
عاید باین حضرت است و ذکر کرده شد درین مختصر چیزی که سبب
حصول معرفت شود و ملتمس از ناظران درین مختصر آنکه مولف را
در میانه نبینند و او را در قبضه تصرف حق چون قلم در دست
کاتب دانند و چون او را در میانه نبینند در زمره آن طایفه
داخل شوند که علوم ایشان بی واسطه از حق حاصل شده
زیرا که وجود مجازی را پیش ایشان حکم عدم است کما قال
بعض العارفین مخاطبا لاهل النظر اخذتم علمکم من الرسوم میتا
عن میت واخذنا علمنا من الحی الذی لا یموت ومن کان
وجوده مستفاد از غیره فحکمه عندنا حکم اللاشئ فلیس للعارف
معول غیر الله الثقة بالله استعین علیه توکل ولا حول ولا قوة
الا بالله قال الله تعالی وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
مفسران گفته اند مراد از عبادت اینجا معرفت است چرا که عبادت

رسالہٴ والدیہ کے فارسی قلمی نسخہ کے پہلے صفحہ کا عکس

(بشکریہ کتب خانہ شہید علی پاشا، استنبول، ترکی)

Pakistan Historical Society

e-mail: phs@hamdard.edu.pk